مسلسل اشاعت کا سینتالیس واں سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

506

رمضان/شوال ۱۴۲۸ھ

اکتوبر 2007

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم ! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔**واجرکم علی اللہ**۔

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 17 - 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 1120 - 6

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ۔۔۔۔ 43
شمارہ نمبر ۔۔۔۔ 01
رمضان، شوال ۔ ۱۴۲۸ھ
اکتوبر ۔۔۔۔ ۲۰۰۷ء

ماہنامہ الحق

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: حضرت مولانا حسن جان کی المناک شہادت .... راشد الحق سمیع حقانی ۲
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال (درس ترمذی) .... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۴
تربیت اولاد اور اسوہ رسول اکرم ﷺ حمل ولادت .... مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ ۸
دار العلوم کے سابق استاذ حدیث مولانا حسن جانؒ کی شہادت (احوال وسوانح) ۔ حافظ محمد عرفان الحق ۱۵
دار العلوم حقانیہ سے میرا تعلق .... شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان شہیدؒ ۲۳
پاکستان کے نیوکلیئر اثاثہ جات کو تباہ کرنے کا امریکی منصوبہ .... جناب قاضی رحمت اللہ ۲۵
صوبہ سرحد میں نجی سودی قرضوں کے امتناع کا قانون .... جناب اکرام اللہ شاہد ۲۹
یورپ میں آزادی کا تصور .... ڈاکٹر اسماء بامیلا ۳۳
حضرت عثمان غنیؓ بطور نائب رسول اللہ ﷺ .... پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر ۳۹
شیخ احمد سرہندیؒ کے تجدیدی کارنامے .... مولانا اشہد رفیق ندوی ۴۳
مولانا سمیع الحق اور مولانا حسن جان شہیدؒ کا سفر زاہدان .... حافظ محمد عرفان الحق ۵۱
افکار وتاثرات (مولانا عبد القیوم حقانی، حافظ عاطف وحید، ملک بشیر بگوی) .... ادارہ ۶۰
تبصرہ کتب .... ادارہ ۶۳

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات وآراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
کمپوزنگ:

نقشِ آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم راشد الحق سمیع حقانی

شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جانؒ کی المناک شہادت

رمضان المبارک کی روح پرور مسرتیں اور مقدس ساعتیں اس وقت غم و اندوہ میں تبدیل ہوگئیں جب پاکستانی قوم کو اس المناک حادثہ کی خبر نے ہلا کر رکھ دیا۔ ابھی تو لال مسجد کے شہیدوں کا خون بھی خشک نہیں ہوا تھا اور ابھی اس حادثہ کے غم سے قوم نڈھال تھی کہ ایک اور قیامت نما حادثہ نے رہی سہی صبر و ہمت کی متاع اور تسلیم و رضا کی جمع پونجی ایک بار پھر لوٹ لی۔ یہ شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان نور اللہ مرقدہ کی شہادت تھی۔ مولاناؒ صوبہ سرحد' پاکستان اور عالم اسلام کے نہایت ہی قابل احترام' ممتاز بزرگ' مذہبی وسیاسی رہنما' ہشت پہلو ہستی اور طبقہ علماء اور عوام الناس ہر دو میں ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ مولاناؒ جیسی بے ضرر' معمر' علمی و روحانی شخصیت پھول کے وار کی بھی سزاوار نہ تھی۔ نہ جانے کس طرح درندہ صفت قاتلوں نے حضرت مولاناؒ کو عین غروب آفتاب کے وقت روزہ کی حالت میں پے در پے فائر کر کے شہید کر دیا۔ مولاناؒ نے تشہد کی صورت میں بیٹھ کر اپنی ناتواں جاں کا نذرانہ خالق ارض وسماء کے حضور پیش کر دیا اور یوں بوقت شہادت ہیئت نماز اختیار کر کے بندگی کا حق ادا کر دیا۔

حضرت مولاناؒ کی اس ضعیف العمری میں اس قدر بہیمانہ قتل نے صوبہ سرحد اور خصوصاً علماء' طلباء کے اذہان کو شل کر دیا۔ کیونکہ مولاناؒ اس گئے گزرے دور میں ایک گوہر نایاب تھے۔ آپؒ علمی و تدریسی صلاحیتوں کے ایسے دریائے بے کنار تھے جو تقریباً پچاس برس تک علم وفن اور حدیث وسنت کے پیاسوں کی تشنگی بجھاتے رہے۔ مولانا مرحوم کی صفات اور کمالات ان گنت تھے۔ قلم اور دل حیراں و پریشاں ہیں کہ کس کس صفت کا ذکر کیا جائے اور کس کس کمال کے ضیاع پر ماتم کیا جائے۔ یوں بھی مسلسل نامور علماء اور مذہبی شخصیات کی پے در پے شہادتوں نے اس ملک کو علماء کے لئے ایک قتل گاہ بنا دیا ہے۔ مولانا مرحوم گزشتہ ۲۰۔۲۵ برس سے مسجد درویش پشاور سے وابستہ تھے۔ یہیں آپ نے سارے عرصہ میں حدیث کا درس یکسوئی کے ساتھ دیا۔ اور اسی مسجد کے آپ خطیب بھی تھے۔ اس سے قبل آپ نے دارالعلوم حقانیہ میں تقریباً ڈھائی تین برس احادیث کی بڑی اہم کتب پڑھائیں۔ آپ حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کی خصوصی دعوت پر دارالعلوم تشریف لائے۔ مولانا مرحوم کی حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے ساتھ گہری عقیدت تھی۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ آپ کے بڑے بے تکلفانہ مراسم تھے۔ مدینہ منورہ میں زمانہ طالب علمی میں ان حضرات کی علمی مجلسیں سجتی تھیں جو بعد میں زندگی بھر رشتہ اخلاص و وفا کی صورت میں قائم رہیں۔ راقم اور برادرم محترم مولانا حامد الحق جو اُس وقت بچے تھے۔ تو حضرت ہمارے ساتھ انتہائی پیار محبت

اور شفقت کا مظاہرہ فرماتے تھے اور آخر تک شفقت کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ راقم کی ناپختہ تحریریں جب بھی آپکی نظر سے گزرتیں تو آپ اپنے پاکیزہ اور نیک خواہشات کا اظہار فرماتے۔ جو حوصلہ افزائی اور اصاغر پروری کی عظیم مثال ہے۔

آپ کا طریقہ تدریس مثالی اور منفرد تھا۔ دوران درس آپ ایسے ایسے نکات فرماتے کہ عقل اس فصاحت و بلاغت پر عش عش کر اٹھتی۔ معلومات کا تو گویا آپ ایک گنجینہ تھے۔

خصوصاً تاریخ اور عربی ادب پر تو آپ کی بڑی گہری نظر تھی۔ آپ ایک بے نظیر مورخ تھے، یہی وجہ تھی کہ ماضی کے تجربات کی بناء پر آپ انتہائی دوراندیش وسیع المشرب اور معتدل مزاج کی حامل شخصیت تھے۔ مختلف قومی وملی مسائل پر آپ نے ہمیشہ دوٹوک موقف اپنایا۔ نہ کبھی غیروں سے دبے اور نہ کبھی اپنوں کی بے جا نازبرداریاں برداشت کیں۔ الغرض جس موقف کو صحیح سمجھا اس پر زندگی بھر عمل پیرا رہے۔ شاید یہی صفت ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ اور عوام بھی اسی بناء پر آپ کے گرویدہ اور معتقد بن گئے تھے۔ صوبہ سرحد بالخصوص چارسدہ جو عوامی نیشنل پارٹی کا مضبوط گڑھ ہے، اور اس کے رہنما خان عبدالولی خان جیسی قدآور سیاسی شخصیت کا آپ جیسے قلندر اور آزاد منش عالم دین کے ہاتھوں شکست کھانا اور سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرنا آپ ہی کی سحر انگیز شخصیت کا انفرادی کرشمہ تھا۔

مولانا مرحوم اس گئے گزرے دور میں مسند حدیث کی وہ منفرد شمع فروزاں تھے جس کی ضیا پاشیوں اور نورانی کرنوں نے ایک عالم کو منور کیے رکھا۔ افسوس مسند حدیث کی رونقیں ماند پڑ گئیں اور وہ خوبصورت حسین وجمیل نفیس الطبع خورشید علم خاک تیرہ میں روپوش ہو گیا۔ ؎ جان کر منجملہ خاصان میخانہ مجھے مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

افسوس آپ کے قتل کے متعلق اتنی متضاد آراء اور منفی پروپیگنڈے کیے جا رہے ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ

ع جیسے تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے...... حقائق اور قاتلوں کو تلاش کرنا مرکزی اور صوبائی دونوں حکومتوں کی اہم ذمہ داری ہے، افسوس آج دس دن سے زائد ہونے کو ہیں اور مولانا مرحوم کے قاتل ابھی تک پردۂ اخفاء میں ہیں۔ یہ امر اور بھی تکلیف دہ ہے کہ مولانا مرحوم جو ایم اے کی مرکزی اور صوبائی حکومت کے خصوصی معاون اور سرپرست تھے۔ انہی کی حکومت میں بیدردی کے ساتھ شہید کر دیئے گئے جو کہ نہایت ہی افسوسناک واقعہ ہے۔ صوبہ سرحد اور خصوصاً پاکستان کے حالات بدقسمتی سے ہر لحاظ سے ناگفتہ بہ ہو رہے ہیں اور کچھ بیرونی طاقتیں اس صورت حال کو مزید بگاڑ کی طرف لے جا رہی ہیں۔ مولانا مرحوم کا قتل بھی ایک بہت بڑی گہری عالمی سازش کا حصہ ہے اس کے عواقب اور نتائج انتہائی خطرناک اور بھیانک ہو سکتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات قابل غور ہے کہ نامعلوم قاتلوں نے مولانا کے قتل سے علماء ومجاہدین کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی بھی کوشش کی ہے تاکہ دونوں طبقوں میں انتشار اور تفرقہ ڈالا جا سکے۔ آخر میں ہم مولانا مرحوم کے چاروں صاحبزادگان اور پسماندگان سے دلی تعزیت کرتے ہیں کہ دارالعلوم حقانیہ اس کو اپنا غم سمجھتا ہے۔ ؎ داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
نائب مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی المتشبع بما لم یعطه

جو چیز نہ ملی ہو اس سے اپنے کو شکم سیر ظاہر کرنے والے کا بیان

○ حدثنا علی بن حجر أخبرنا اسماعیل بن عیاش عن عمارة ابن غزیة عن أبی الزبیر عن جابر عن النبی ﷺ قال: من أعطی عطاءً فوجد فلیجز به، ومن لم یجد فلیثن فإن من اثنی فقد شکر، ومن کتم فقد کفر، ومن تحلی بما لم یعطه کان کلابس ثوبی زور».... وفی الباب من أسماء بنت ابی بکر وعائشه.... هذا حدیث حسن غریب.... ومعنی قوله: ومن کتم فقد کفر، یقول کفر تلک النعمة۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ جناب رسول ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص کو کوئی عطیہ دیا گیا۔ پھر وہ (بدلہ دینے کیلئے) کوئی چیز پائے تو اس کا بدلہ دیدے۔ اور اگر (بدلہ دینے کیواسطے) اس کے پاس کچھ موجود نہ ہو تو (عطیہ دینے والے) کی تعریف کرے۔ کیونکہ جس نے عطا کرنے والے کی تعریف کی تو اس نے شکریہ ادا کیا۔ اور جس نے عطیہ کو چھپایا تو اس نے کفران نعمت کیا (یعنی اس نعمت کی بے قدری کی) اور جس نے کسی ایسی چیز سے اپنے آپ کو آراستہ ظاہر کیا جو اس کو نہ دی گئی ہو۔ تو وہ جھوٹ اور فریب کا لباس پہننے والے کی طرح ہے۔۔۔۔۔۔ اس باب میں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی روایت ہوئی ہے۔۔۔۔۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور آپ ﷺ کے اس ارشاد (من کتم فقد کفر) کا معنی یہ ہے کہ اس نے اس نعمت کی ناشکری کی۔

توضیح وتشریح:۔ متشبع، اس آدمی کو کہا جاتا ہے کہ شکم سیر نہ ہو اور اپنے آپ کو شکم سیر آدمی کی طرح ظاہر کرے۔ بھوک سے مر رہا ہو اور اپنے آپ کو ریاء و تکبر کیلئے پیٹ بھرا ہوا ظاہر کرے۔ پھر یہ لفظ ہر اس آدمی کیلئے استعمال ہونے لگا جس کو

کوئی خاص فضیلت (مثلاً علم، تقویٰ وغیرہ) عطاء نہ کی گئی ہو مگر وہ لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے اور ریا کے طور پر وہ فضیلت اپنے آپ میں ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ایسا کرنا بڑا جرم ہے، اور حرام ہے۔

عطاء کرنے والے کو بدلہ دینا بہترین خصلت ہے:- قال من اعطی عطاءً فوجد فلیجز به ومن لم یجد فلیثن:- جناب رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو کچھ عطیہ دیا گیا اور اس کے پاس بدلہ دینے کیلئے کچھ ہو تو اسکو بدلہ دیدے۔اور اگر کچھ نہ ہو تو پھر اس آدمی کی تعریف اور ذکر حسن کرے۔یا مطلب یہ ہے پھر اس کیلئے دعا کرے اور پچھلے ابواب میں گذر چکا ہے کہ جناب رسول ﷺ ھدیہ کو قبول فرماتے تھے اور اس کا بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔اور ھدیہ اور عطیہ کرنے والے کو بدلہ دینے کی ترغیب دیتے تھے۔اور فرمایا کرتے تھے کہ جس کے پاس بدلہ دینے کیلئے کچھ نہ ہو تو بدلہ دینے کیلئے اس کو نیک دعا کرے۔اور جزاک اللہ کہے۔کیونکہ جس نے جزاک اللہ کہا یعنی ''اللہ تعالیٰ تجھے اس احسان کا بدلہ دے''۔تو یہ ایسا ہوا کہ گویا اس نے اس کو پورا بدلہ دیدیا۔اور یہ بھی فرمایا کہ جس شخص کے پاس بدلہ دینے کیلئے کچھ نہ ہو تو وہ اس (عطیہ دینے والے) کا ذکر حسن کرے اور اس کی تعریف کرے اور "فلیثن" اس جملے کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ اس کیلئے دعا کرے اور جس شخص نے اس کی تعریف کی اور اس کیلئے دعا کی تو اس نے اس کا شکریہ ادا کیا۔اور جس نے اس آدمی کے عطیہ اور اس کے احسان کو چھپالیا (اور اس کا ذکر حسن نہیں کیا) تو اس نے ناشکری کی۔آنے والے باب میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔

جھوٹ کا لباس پہننے والا کون؟ ومن تحلی بما لم یعطه کان کلابس ثوبی زور یعنی جناب رسول ﷺ نے فرمایا۔اور جس شخص نے کسی ایسی چیز سے اپنے آپ کو آراستہ ظاہر کیا جو اسکو نہ دی گئی ہو تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے دونوں لباس (ازار ورداء) جھوٹ کے پہنے ہوں۔یہ جملہ جناب رسول ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمایا جبکہ ایک عورت نے جناب رسول ﷺ سے عرض کیا کہ: اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ! میری سوتن ہے، تو کیا مجھ پر اس میں گناہ ہوگا کہ میں اپنے آپ کو ایسی چیز سے شکم سیر ظاہر کروں جو مجھے میرے شوہر نے نہ دی ہو اور یہ ظاہر کروں کہ میرا شوہر میری سوتن سے مجھے زیادہ پسند کرتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من تحلی الخ اور علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ عرب میں ایک آدمی تھا جو کہ دونوں کپڑے (ازار ورداء) (قمیص وشلوار) ایسے لوگوں کی طرح پہنتا تھا جو لوگ صدق وصفا میں معروف ومشہور ہوتے تھے۔تاکہ لوگ اس کو انہی کی طرح پارسا اور معزز سمجھے، کیونکہ صدق و صفا وصلاح میں مشہور لوگ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔پس جب لوگ اسے اس شکل وصورت میں دیکھ لیتے تو وہ اس پر نیک لوگوں کا گمان کرتے اور وہ معاملات وغیرہ میں اس کی باتوں پر اعتماد کرتے تھے اور اسکی جھوٹی شہادت کو سچی سمجھتے تھے کیونکہ اس نے سچے لوگوں کا حلیہ بنایا تھا۔اور اس کے دونوں کپڑے (ازار ورداء) اس جھوٹ بولنے کا سبب بن رہے تھے اور اس نے جھوٹ بولنے کیلئے یہ کپڑے پہنے تھے اس وجہ سے اس کو جھوٹ کا لباس کہا گیا۔اور مراد اس

سے عام ہے، ہر وہ آدمی جو کہ تصنع اور تکلف سے اپنے آپ کو ارباب فضل و شرف کی طرح ظاہر کرے حالانکہ وہ اندر سے خالی ہو اور اس میں وہ فضیلت و شرافت نہ ہو جیسا کہ کوئی آدمی علم و تقوی سے خالی ہو لیکن اپنے آپ کو بڑا شیخ و بڑا عالم ظاہر کرنے کیلئے لمبا کُرتہ، بڑا چغہ پہنے، بڑی پگڑی باندھے اور لمبی تسبیح ہاتھ میں پکڑے اور پمفلٹ و اشتہارات میں اپنے نام کے ساتھ شیخ الحدیث و شیخ التفسیر نابغہ دہر وغیرہ القابات شائع کرے تو ایسا آدمی گویا جھوٹ کے لباس میں ملبوس ہے۔ اگر انسان کی یہ حالت ہو جائے اور اسے تنبہ نہ ہوا، تو اس کی ہلاکت کیلئے یہی کافی ہے۔ (اعاذنا اللہ منھا) شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

دلقت بہ چہ کار آید و تسبیح مرقع — خود راز عملہائے نکوہیدہ بری دار
حاجت بہ کلاہ برکی داشتنت نیست — درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

☆ حضرت ابوعبیدہؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو زاہدین (تارک الدنیا، پارسا) لوگون کا لباس پہنتا ہو تا کہ لوگ اسے بزرگ اور پارسا سمجھے حالانکہ اس کے اندر زہد و پارسائی نہ ہو۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ مراد وہ شخص ہے جو کہ حقیقت میں غریب و نادار ہو لیکن جب گھر سے نکلتا ہے تو تکبر اور ریاء کیلئے لباس فاخرہ پہن کر نکلتا ہے۔ تا کہ لوگ دھوکہ میں آجائیں اور وہ اسے صاحب وقار سمجھے۔

بر در چوں پردۂ ریاء داری — تو کہ در خانہ بوریا داری

تصنع کا لباس سراپا جھوٹ۔ حاصل سب کا ایک ہی ہے کہ تصنع و تکلف کیساتھ دھوکہ اور ریاء کیلئے اپنے میں وہ کمال ظاہر کرنا جو اس میں نہ ہو یہ بہت بڑا جرم ہے جو کہ ریاء، تکبر، عجب و خود پسندی، دھوکہ و فریب اور جھوٹ وغیرہ مختلف قسم کے کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے۔ اور دونوں لباس جھوٹ کا پہننے سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ جھوٹ اور دھوکہ صرف زبان کا نہیں، بلکہ یہ آدمی گویا سراپا جھوٹ کے ساتھ متصف ہے۔

باب ماجاء فی الثنا بالمعروف

عطاء کے بدلے میں ذکر حسن کا بیان

حدثنا ابراهيم بن سعيد الجوهری و الحسين بن الحسن المروزی و كان سكن بمكة، قالا حدثنا الأحوص بن جواب عن سُعير ابن الخمس عن سليمان التيمی عن ابی عثمان النهدی عن اسامة بن زيد قال: قال رسول ﷺ: من صُنع اليه معروفاً فقال لفاعله جزاك الله خيراً فقد ابلغ فی الثناء ... هذا حديث حسن غريب لا نعرفه من حديث أسامة بن زيد الا من

هذا الوجه.... وقدروى عن ابى هريرة عن النبى ﷺ مثله.

ترجمہ:- حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کی گئی (یعنی کچھ عطیہ دیا گیا) اور اس نے اس عطاء کرنے والے سے کہا: "جزاک اللہ خیراً" تو اس نے اس کا شکریہ ادا کرنے میں پوری کوشش کی۔۔۔۔۔ یہ حدیث جید غریب ہے۔ ہم اسے حضرت اسامہ بن زیدؓ کی روایت سے اس کے علاوہ کسی اور طریق سے نہیں جانتے۔۔۔۔اور حضرت ابوھریرہؓ سے بھی جناب رسول ﷺ سے اس قسم کی حدیث روایت کرنا منقول ہے۔

توضیح وتشریح:- گذشتہ باب میں بھی یہ مضمون ذکر ہوا تھا کہ جس نے احسان وعطاء کرنے والے کو بدلہ میں کچھ دینے کیلئے نہ پایا تو وہ اس کا ذکر خیر کرے اور اس کیلئے دعا کرے یہاں اس دعا کرنے کیلئے اور ذکر حسن کیلئے کچھ خاص الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ جس نے عطاء کرنے والے کو "جزاک اللہ خیراً" کہا تو اس نے اعلیٰ درجہ کا شکریہ ادا کر دیا۔ جزاک اللہ خیراً" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بہتر بدلہ دے۔ یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دنیا و آخرت کا خیر دے۔ اور یہ جملہ کہنا اس لئے اعلی درجہ کا شکر اور اعلی درجہ کا ذکر حسن ہے کہ اس بندے نے دراصل یہ اعتراف کیا کہ میں آپ کے اس احسان کا بدلہ دینے یا اس پر آپ کی تعریف اور ذکر حسن کرنے سے عاجز وقاصر ہوں اس وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کے جناب میں درخواست کرتا ہوں کہ تجھے اس کا پورا بدلہ اور بہترین بدلہ دیدے۔

اپنے محسن کا ذکر خیر کرنا بھی اخلاق حسنہ میں سے ہے:- من صنع اليه معروفا فقال لفاعله جزاک اللہ خیراً ان الفاظ میں یہ تصریح نہیں ہے کہ بدلہ دینے کیلئے کچھ موجود نہ ہو تو پھر ایسا کہنا چاہیے۔ بلکہ ان الفاظ سے عموم معلوم ہوتا ہے۔ پس اگر بدلہ دینے کیلئے کوئی چیز موجود نہ ہو تب تو "جزاک اللہ خیراً" یا دوسرے الفاظ سے ذکر خیر کرنا نسبۃً ضروری ہے۔ جیسا کہ گذشتہ حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے نیز بعض شیوخ نے کہا ہے کہ اذا قصرت يداک بالمكافأة فليطل لسانک بالشكر والدعاء۔ یعنی جب تیرے ہاتھ بدلہ دینے سے عاجز وقاصر رہے تو چاہیئے کہ تیری زبان شکریہ ادا کرنے اور دعا کرنے میں خوب کوشش کرے۔

☆ اور اگر عطا واحسان کا بدلہ دے سکتا ہو تب بھی زبان سے شکریہ ادا کرنا اور دعاء کرنا بہتر ہے۔ بلکہ کمال شکر یہ ہے کہ ہاتھ سے بھی بدلہ دیدے، زبان سے بھی ذکر حسن کرے اور دل سے بھی احسان مندر ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

افادتكم النعماء منى ثلاثة   يدى ولسانى والضمير المحجبا

یعنی مجھ پر آپ کے انعامات واحسانات نے میری طرف سے تم کو تین چیزیں دیدئے: میرا ہاتھ، میری زبان اور سینے میں چھپا ہوا دل۔......... وهذا آخر ابواب البر والصلة فقد تمت الأبواب بعون الملک الوهاب والله تعالى اعلم بالصواب واليه المرجع والمأب۔

سلسلہ خطبات جمعہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تربیت اولاد اور اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حمل ولادت' اذان اور نام رکھنے کے مراحل

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون۔

ترجمہ: اے مؤمنو تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جسکا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر مضبوط دل والے فرشتے مقرر ہیں۔ جن کو اللہ جو حکم فرماتے ہیں اسکی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جائے اسے بجالاتے ہیں

وعن ایوب بن موسیٰ عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مانحل والد ولدہ من نحل افضل من ادب حسن (رواہ الترمذی والبیھقی)

ترجمہ: حضرت ایوبؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا (ابن سعیدؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا۔

اولاد ثمرۃ القلب ہے: محترم ساتھیو' ہر مسلمان کے لئے اپنے تمام مال و متاع' دنیا و مافیہا میں سب سے عزیز ترین شے اس کی اولاد ہے جس کو حدیث میں ''ثمرۃ القلب'' کہا گیا ہے۔ اصول اور قاعدہ دنیا میں یہی ہے کہ جو چیز انسان کو زیادہ محبوب و عزیز ہو اسکی حفاظت اور رعایت کیلئے وہ تمام وسائل و اسباب اختیار کئے جاتے ہیں جو اس کے قدرت میں ہوں' قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے اس قیمتی سرمایہ اور خزانہ کی حفاظت' تربیت والدین کی انسانی' شرعی' اخلاقی اور معاشرتی فرائض میں سے ہے' جن لوگوں نے قرآنی و اسلامی تعلیمات کے حدود و قیود میں رہتے ہوئے اپنے جگر گوشوں کو پالا پوسا وہ خود بھی نیک بخت ٹھہرے اور اولاد بھی صالح معاشرہ کے بہترین جزو قرار پائے اور تربیت اولاد کے سلسلہ میں اسلام کے معین کردہ خطوط اور احکامات سے روگرانی کرنے والوں کی نہ خود اپنی زندگی چین سے رہی اور نہ

بچے راہ حق کو پاسکے۔

احکامات اسلام عین فطرت ہیں: اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس کے تمام احکامات فطرت کے عین مطابق' حق اور سچ پر مبنی ہیں' اس کے امت پر کروڑہا انعامات واحسانات ہیں' ان نعمتوں کے شمار کرنے میں اگر پوری زندگی صرف کی جائے' ان کا گننا انسانی بس میں نہیں دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح حسن معاشرہ کے کسی شعبہ کو مخفی نہیں رکھا۔ ان نوازشات میں ایک اہم لطف وکرم یہ ہے کہ اولاد سے متعلق اس دین متین میں پیدائش سے لے کر عہد طفولیت' شباب' شادی ودیگر معاملات کے بارہ میں شرعی احکامات پورے بسط وتفصیل سے راہنمائی کے لئے موجود ہیں اور یہی خصوصیت آپ اور ہمارے اس مذہب اسلام کی ہے' دنیا کے دیگر اقوام اور تہذیبوں کے علمبرداروں کے دعوے تو خوشنما' بلند وبالا' جبکہ تھوڑا سا ان کا قرب حاصل کرنے سے ایک صحیح العقیدہ مسلمان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جیسے ان کے تہذیب وتمدن میں والدین کے حقوق وفرائض برائے نام ہیں' یہی صورتحال اولاد کی تربیت کی ہے پورا ڈھانچہ اندر سے کھوکھلا اور کامیابی کی روشن منزل پانے سے یکسر خالی ہے۔ صحیح العقیدہ مسلمان کی قید میں نے اس لئے ذکر کردی کہ ہم میں سے بعض سادہ لوح یا ایسے روشن خیال جو مادر پدر آزادی کے خواہاں ہوں مغرب کی تہذیب وتمدن کی بھول بھلیوں سے متاثر ہو کر ان کے معاشرہ کی خوبیوں کے گن گاتے تھکتے نہیں۔ کاش ایسے نام کے مسلمان کو اپنے دین کی خوبیوں کا اگر صحیح اندازہ وعلم ہوتا جس میں بچوں کی تربیت' اخلاق وکردار کی درستگی الغرض قدم قدم پر راہنمائی کے اسرار ورموز موجود ہیں تو کبھی کامل وجامع دین اسلام کے بارہ میں موجودہ ترقی یافتہ دور کے دوران تذبذب اور احساس کمتری اور مرعوبیت کا شکار نہ ہوتے۔

تربیت اولاد اور اسوۂ رسول اکرم ﷺ اسلام نے تربیت اور حسن کردار واعمال کے ذیل میں ایسے قواعد و اصول مقرر فرمائے جو عقیدہ واخلاقی اعتبار سے بچے کی تربیت کرنے میں موثر اور سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دینی اعتبار سے اولاد کے حقوق اور ماں باپ کی ذمہ داریاں نبھانا ان پر اسی طرح لازم ہیں جس طرح اولاد پر ماں باپ کے حقوق کی پاسداری اور ادائیگی فرض ہے۔ آیئے اب دیکھیں کہ بچہ کے اس عالم فانی میں آنے کے ساتھ والدین کو اولاد کا کون سا حق ادا کرنا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اسی حق کی ادائیگی کو عملی طور سے ادا فرما کر قیامت تک آنے والے ہر مسلمان کے لئے ایک بہترین نمونہ قائم فرمایا۔

حضرت حسن کے کان میں نبی ﷺ کی اذان:

عن ابی رافع قال رأیت رسول اللہ ﷺ اذن فی اذن الحسن بن علی حین ولدته فاطمة بالصلوة (رواۃ الترمذی وابوداود)

ترجمہ: حضرت ابورافع ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے حسن بن علی کے کان میں

اذان ام الصبیان کے مرض سے حفاظت کا ذریعہ: ایک اور موقع پر حضوؐ کے نواسے حضرت حسنؓ بن علیؓ حضورؐ سے روایت فرمار ہے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جس (مسلمان) کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس شخص نے اسکے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی تو یہ بچہ ام الصبیان (جیسے خطرناک بیماری) سے محفوظ رہیگا۔

بچے کے کان میں اذان کے فوائد: بچہ کے ابتدائی تعلیم و تربیت کے حق کا سلسلہ نہ صرف یہاں بلکہ حمل کے زمانہ سے شروع ہو جاتا ہے' جس کا ذکر انشاء اللہ بعد میں کر رہا ہوں' بات ہو رہی تھی دائیں بائیں کان میں اذان و تکبیر کہنے کی تو علماء نے اس کے کئی فوائد ذکر کیے ہیں' اس میں راز یہ ہے کہ اسی انسان کے اس عالم میں آنے کے بعد سب سے پہلی آواز ایسے مبارک کلمات کی پڑے جو باری تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرتے ہوں۔ وحدہ لاشریک کے اقرار اور غیر اللہ کی نفی ہو' یہی وہ کلمات ہیں جس کے اقرار و تصدیق سے انسان خالق و مالک حقیقی کے دائرہ عبدیت میں داخل ہوتا ہے۔ ایک قسم کی تلقین ہے۔ جیسے کہ حضوؐ کے ارشاد مبارکہ کے مطابق قریب المرگ فرد کو کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی ہے' اگر چہ جب بچہ کے تو الد کے فوراً بعد اور مرنے والے شخص کے حالات کے پیش نظر وہ ان کلمات کے اثرات کو نہیں سمجھتا مگر اس کے باوجود اس اذان و کلمہ شھادۃ کا اثر دل پر ضرور پڑ جاتا ہے۔

اذان کی آواز سے شیطان فرار: بچے کے کان میں اذان و اقامت کا ایک بہترین فائدہ بقول بزرگوں کے یہ بھی ہے کہ ان اذانی جملوں کے سننے سے شیطان دور بھاگ جاتا ہے' اسی مجلس میں دینی کتب پڑھنے والے طلباء بھی موجود ہیں۔ کتب احادیث میں باب الاذان میں انہوں نے اذان کے بلند آواز سے پڑھنے اور خاصیات کے ضمن میں پڑھا ہے۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا نودی بالصلوٰۃ ادبر الشیطان ولہ ضراط حتی لایسمع التأذین فاذا قضی النداء اقبل حتی اذا قضی التشویب اقبل حتی یخطر بین المرء ونفسہ ویقول اذکر کذا لمالم یکن یذکر حتی یظل الرجل ان لایدری کم صلی۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضورؐ سے نقل فرمار ہے ہیں کہ حضوؐ نے فرمایا جب نماز کیلئے اذان شروع کی جائے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ (اس حال میں) کہ اس سے ہوا آواز کے ساتھ خارج ہوتی ہے۔ (وہاں تک دوڑتا ہے) کہ اسے اذان کی آواز سنائی نہ دے جب اذان ختم ہوتی ہے پھر واپس آ جاتا ہے جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے پھر دوڑتا ہے' حتیٰ کہ اقامت ختم ہو جائے پھر واپس اس کے پاس آ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی (نمازی) کے دل میں خیالات پیدا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر فلاں بات یاد کر جو اسے یاد نہیں ہوتی یہاں تک کہ آدمی یہ بھی بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے۔ آپ کو علم ہے کہ مالک کائنات نے ہر شئی کے خواص و آثار مقرر فرمائے

بھاگ جاتا ہے' جس فطرتِ سلیم پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے' پیدائش کے ساتھ ہی یہ بد بخت اس نومولود کو اس پختہ عقیدہ سے روکنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ جب یہ مبارک کلمات بچے کے کان میں واقع ہونے شروع ہوجاتے ہیں' یہ وہاں سے ڈر کر جس حد تک اذان کی آواز پہونچنے بھاگ جاتا ہے۔

اذان جنات سے حفاظت کا وسیلہ: اگرچہ اس حدیث میں نماز کے لئے اذان کا ذکر ہے مگر ان کلمات کا اثر جیسے کہ میں نے پہلے بھی عرض کر دیا ہے ہر جگہ ان کے پڑھنے سے اس کے اثرات وہی نمودار ہوں گے۔ اسی وجہ سے علماء نے فرمایا ہے جس گھر میں جنات کا اثر ہو وہاں کثرت سے اذان دینا وہاں سے جنات کے بھاگنے کا ذریعہ ہے۔ شیطان کو رب العالمین نے اپنے دربار سے ملعون ومردود قرار دے کر جنت سے نکلنے کا حکم دیا اس نے تو قسم اٹھا کر کہا کہ میں مسلمان کو راہ حق سے ہٹانے کے لئے اس پر دائیں بائیں آگے پیچھے سے حملہ کر کے اس کو گمراہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دوں گا۔ اسی دھمکی اور چیلنج کے پیش نظر انسان کا یہ ازلی دشمن چارطرفہ حملہ آور رہتا ہے۔ دشمنی کا یہ سلسلہ ولادت کے وقت سے شروع کر کے موت تک پیچھا نہیں چھوڑتا۔ کوئی ایسا موقع نہیں آتا کہ انسان اس کے شر کے خطرہ سے محفوظ رہے۔ اسی مکار وعیار دشمن کے ضرر سے بچنے کے لئے سید الانبیاء ﷺ نے ہر موقع اور محل اس خطرناک دشمن سے بچنے کے لئے مختلف اذکار اور اوراد پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ جیسے بیت الخلاء میں داخل ہونے کے وقت کی دعا' بیت الخلاء سے فراغت کے موقع پر دعا۔ کھانا شروع کرنے کے موقع پر بسم اللہ اور کھانے سے فارغ ہونے پر کلمات حمد وغیرہ۔ گویا ایمان کی حفاظت اور شیطان کی خواہشات کی تکمیل سے نفس کو بچانا اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

محترم حضرات! یہ تو بچہ کی پیدائش کے بعد والدین پر ایک ایسے حق کا ذکر تھا' جس پر عمل کرنے سے نومولود پر دینی اعتبار سے صحیح تربیت کے اثرات نمودار ہونے کا احتمال بلکہ عقیدہ اگر محکم وراسخ ہو یقینی ظاہر ہونا شروع ہوجاتا ہے لیکن اس سے پہلے بھی ایک عالم ہے جس میں یہی دنیا میں آنے والا یہ بچہ ایک ناپاک نطفہ سے ابتداء کر کے مختلف مراحل طے ہوتے ہوئے احسن تقویم کی شکل اختیار کر جاتا ہے وہ عالم اور مکان والدہ کا رحم اور پیٹ ہے اگر اسی حالت حمل کے دوران ہی سے اس حمل کی نشوونما میں شریعت کے مطابق احکامات کی رعایت رکھی جائے۔ تو اسی ناپاک نطفہ سے پیدا ہونے والے مرد وزن میں سیرت وصورت کے کمالات' پاکبازی' دینداری اور شجاعت وبہادری جیسے اوصاف کی ابتداء شکم مادر ہی سے شروع ہوجاتی ہے۔

مواعظ وخطبات کی اثر انگیزی: انسانیت کی کردار سازی اور اخلاق واعمال کی درستگی کے لئے ہمارے صلحائے امت اصلاحی خطبات ومواعظ کے دوران جن واقعات اور قصص کا ذکر فرماتے ہیں وہ صرف قصے نہیں ہوتے بلکہ ہر واقعہ اپنے پیچھے عبرت ونصیحت کے ایک بیش بہا خزانے کی حیثیت سے عمل کرنے کی صورت میں کارگر اور صلاح ونجات کا باعث ہے' اس کا ادراک اس شخص کو ہوتا ہے جو واقعہ کی روح اور گہرائی تک پہونچنے کی کوشش ہے' یہی کیفیت

والدین خصوصاً والدہ کے تربیت اولاد کے سلسلہ میں ایک ایسا نصیحت آموز واقعہ بیان فرمایا۔ جس پر غور کرنے سے انسان کی بند آنکھیں کھل جاتی ہیں کہ اگر حالت حمل ہی سے اولاد کے تربیت واصلاح کی نیت کر کے عمل کے میدان میں اپنی توانائی خرچ کرنا شروع کر دیا جائے تو اپنے والد یا والدہ یا دونوں اللہ کی نصرت شامل حال ہونے کے مستحق بن کر ایک صالح فرد پیدا کرنے کے لئے بنیاد یہاں سے شروع ہو جاتی ہے۔

حمل میں والدہ کا حزم واحتیاط کا ثمرہ:

کابل کے والی امیر عبدالرحمٰن کے دادا بادشاہ دوست محمد نے ایک ملک کو فتح کرنے لشکر اپنے بیٹے جوان کا ولی عہد تھا' کے کمانڈ میں حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ دو تین دن گزرے تھے کسی نے خبر دی کہ شہزادہ شکست سے دوچار ہو کر واپس آرہا ہے' دشمن اس کے تعاقب میں ہے یہ سن کر امیر دوست محمد خان انتہائی پریشانی اور بے چینی کا شکار ہوا۔ ایک طرف لوگوں کی شکست وملامت کی فکر دوسرے طرف اپنے شہزادے بیٹے کی خیریت کا غم۔ فکر مندی کی وجہ بیوی نے پوچھی اس نے اس سے بیٹے کی شکست کا رونا رویا۔ سنتے ہی ملکہ یعنی شہزادے کی والدہ نے کہا شکست کی اطلاع بالکل غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ امیر بیوی کے دعوے اور سادگی کے پیش نظر کہنے لگا مجھے باوثوق مخبروں اور ذرائع کے ذریعہ اطلاع ملی ہے کہ تیرا بیٹا شکست کھا چکا ہے اس کے باوجود تم اس موقف پر ڈٹی ہو کہ میرا بیٹا جنگ سے فرار اختیار نہیں کرسکتا۔ وہ پھر بھی نہ مانی۔ بادشاہ سمجھا کہ عورت ذات ہے جب ایک غلط رائے پر ڈٹ جاتی ہے اسے راہ راست پر لانا پھر کارے وارد۔ محل سے باہر نکلا۔ دوسرے دن نئی اطلاع آئی کہ شکست کی خبر حقیقت پر مبنی نہ تھی شہزادہ فاتح وغالب بن کر فاتحانہ انداز میں آرہا ہے۔ امیر دوست محمد خان نے اپنے بیوی سے اپنے دعویٰ کہ "میرا بیٹا شکست نہیں کھا سکتا" کی وجہ پوچھی پہلے تو وہ مسلسل وجہ بتلانے سے گریزاں رہی مگر خاوند کے مسلسل اصرار پر کہنے لگی۔ بادشاہ سلامت اس شہزادے کی جب میرے رحم میں نطفہ کی شکل میں موجودگی کا مجھے علم ہوا اسی وقت سے میں نے رب کائنات سے وعدہ کر لیا کہ میں کوشش کروں گی' کہ میرے پیٹ میں حرام تو کیا میں مشتبہ لقمہ کھانے سے بھی احتراز کروں گی۔ تاکہ میرے کھانے والی غذا سے ایک صالح اور اعلیٰ خوبیوں والا بچہ پیدا ہو نہ کہ حرام اور مشتبہ کھانے سے خراب طبیعت واخلاق رزیلہ پر مشتمل ایسا بچہ پیدا ہو جو نہ صرف والدین بلکہ تمام معاشرہ پر بوجھ بن جائے۔ جنگ میں پیٹھ موڑ کر بھاگنا بہترین اخلاق میں سے نہیں اور میں بچے کے پیدا ہونے تک سخت احتیاط کرتی رہی کہ حرام لقمہ جس کی خاصیت اخلاق میں کجی اور خرابی پیدا کرتی ہے۔ میرے بدن میں داخل نہ ہو مجھے اللہ کی ذات پر یقین تھا کہ میرے اس محتاط عمل کے پیش نظر میرا بچہ کبھی شکست خوردہ ہو کر راہ فرار اختیار نہیں کرسکتا اور جب آپ نے شکست کی خبر دی میں نے یقین سے کیا کہ یہ خبر غلط ہے جو واقعۃً جھوٹی ثابت ہوئی۔

امیر دوست محمد خان کی بیوی نے حرام وحلال کا احتیاط صرف زمانہ حمل میں نہ کیا بلکہ شہزادہ پیدا ہونے کے

میں خود حرام لقمہ کھا کر کہیں اس سے بننے والا دودھ بچے کی نشو ونما پر اثر انداز ہونے کے بعد اس کے اعمال واخلاق کی خرابی کا باعث نہ ہے حتیٰ کہ وضو اور دو رکعت پڑھنے کے بعد مدت رضاعت کے زمانے میں دودھ پلاتی رہی۔ اس کا نتیجہ تھا کہ ایک طرف حکومتی ذرائع و وسائل اور دوسرے طرف والدہ کی وہ اعلیٰ اور صالح تربیت جس کے بل بوتے والدہ نے اپنے قول کو سچا کر کے دکھایا اور حکومتی اطلاعات سب کو جھٹلایا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اولاد کی کردار سازی کی رعایت اگر زمانہ حمل سے کی جائے۔ ماں کے دل میں خوف خدا ہو تو اولاد کے اخلاق بھی شرعی احکامات کے مطابق ہوں گے، رہن سہن، اعلیٰ معاشرت حتیٰ کہ میدان جنگ میں کردار بھی ایک سچے مسلمان کی طرح ہوگا اور خدانہ کرے اگر والدین اسلام کے صفات عالیہ سے خالی ہوں تو پیدائش کے ساتھ ہی بچے میں ان کے برے اثرات پروان چڑھنا شروع ہو جائیں گے۔

<u>عمدہ نام رکھنے کی اہمیت وفضیلت:</u> مادر شکن اور اس کے بعد توالد کے موقع پر والدین پر دنیا میں نوزائیدہ بچہ کی تربیت کے ضمن میں جن بعض امور کا ذکر کرنا ممکن تھا ذکر کر دیا۔ اب ایک مرحلہ اس نو وارد کے شناخت اور تعارف کا ہے جسے ہم لوگ اپنی زبان یا اصطلاح میں ''نام'' کہتے ہیں۔ جس کے ذریعہ اس دنیا میں کروڑوں رہنے والوں کا ایک دوسرے سے امتیاز وفرق ہوتا ہے، ادیان باطلہ جس طرح اپنے ہر معاملہ میں مادر پدر آزادی کے علمبردار اور اپنے آپ کو کسی قید وشرط کے روادار نہیں سمجھتے یہی طریق کار ان کی اولاد اگر وہ جائز ہو کے نام سے بھی روا رکھتے ہیں۔ نام رکھنے میں ہمیں دیکھنا ہے کہ آیا یہ نام انسانوں کا ہے یا جانوروں اور چوپایوں انسانیت کے ساتھ اس نام کا کوئی جوڑ ہے بھی کہ نہیں۔ حسن وقبح کی رعایت کرنا تو دور کی بات ہے بس جو دل میں آیا خواہ خونخوار درندے، پرندے، چرندے کا نام ہو یا بالکل بے معنی اور لایعنی رکھ دیتے ہیں اب اپنے یہاں بھی اسلام نے بچہ کے نام رکھنے کے لئے بھی خصوصی ہدایات دیئے۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ نام جسے عربی میں اسم کہا جاتا ہے، کا اپنے مسمی (جس پر نام رکھا جائے) میں اثر ہوتا ہے۔ تجربہ سے ثابت ہے اگر بچہ پر نام مناسب اور بہتر رکھا جائے تو اس بچے کی نشو ونما اور اخلاق میں بھی اس نام کی مناسبت، اچھائی اور بھلائی کا ظہور ہوگا۔ اگر نام موذی جانور، فلمی اداکار، لعو ولعب وفضول کاموں میں نام وشہرت پانے والے کا ہو تو بڑا ہو کر نام کے اثر سے اگر مکمل نہیں تو کچھ اثر نام کا ضرور ہوگا۔ گفتار وکردار بھی جو نام رکھا گیا ہو کم و بیش وہی ہوگا۔

<u>برے نام کے برے اثرات:</u> بدقسمتی سے آج مسلمانوں میں اچھے جاننے والے گھرانے بھی اپنے نومولود بچوں پر ایسے ایسے نام رکھ دیتے ہیں جن کو سن کر حسرت وحیرت سے آدمی دنگ رہتا ہے کسی نے بیٹے کا نام ''ٹامی'' رکھا ہے تو کسی نے ''ٹومی'' ناسمجھی پالا پرواہی کی انتہا ہے کہ ''نعمان'' جو امام ابوحنیفہؒ جیسے عظیم امام ومجتہد کا اسم گرامی ہے۔ ان جیسے عظیم وبابرکت ذات کا نام اپنی اولاد پر رکھنا اپنے لئے رحمتوں وبرکات کا سمندر اپنے گھر کھینچنا ہے۔ مگر یہاں بھی کئی

کہ اس بچے میں اس عظیم شخصیت کے عادات پیدا ہوں گی۔ اس سے بڑی کجی اور کم فہمی اور کیا ہوگی۔ برا نام رکھ کر اپنے بچوں کو برے اثرات سے بچانے کے لئے حضور ﷺ نے فرمایا:

عن عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ قال جلست الیٰ سعید بن المسیب فحدثنی ان جدہ حزنا قدم علی النبی ﷺ قال ماسمک قال اسمی حزن قال بل انت سهل قال ما انا بمغیر اسما سمانیه ابی قال ابن المسیب فمازالت فینا الحزونة بعد (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عبدالحمید ابن جبیر ابن شیبہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت سعید بن المسیب کی مجلس میں حاضر تھا کہ انہوں نے مجھے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ ان کے دادا (جن کا نام حزن تھا) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے‘ آنحضرت ﷺ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے انہوں نے کہا میرا نام حزن ہے (حزن عربی میں غم‘ فکر پریشانی اور سختی وغیرہ کو کہتے ہیں) حضور ﷺ نے یہ نام سن کر فرمایا‘ نہیں تمہارا نام سہل ہے۔

<u>اولیاء اور صلحاء کے ناموں کی برکتیں:</u> (یاد رہے سھل حزن کے مقابلہ میں ہے جس کے معنی نرمی‘ آسانی او رفراخی وغیرہ ہیں) میرے دادا نے انہیں کہا کہ میرے باپ نے جو نام رکھا ہے اب میں اس کو تبدیل نہیں کرسکتا۔ حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے اب تک ہماری خاندان میں مسلسل سختی‘ پریشانی‘ ترش روی کا سلسلہ موجود رہتا ہے۔ اگر ہم اپنے گھروں میں اجتماعی وانفرادی غموم وھموم کی بار بار موجودگی پر بھی غور کریں تو دیگر وجوہات کے علاوہ ایک اہم وجہ اور علت جس کی طرف اس حدیث سے اشارہ مل جاتا ہے کہ ماڈل اور فیشن ایبل بننے کی خواہش میں بچوں اور بچیوں پر بعض نام ایسے رکھ دیتے ہیں جس سے لاڈلے پن اور نادیدگی کا اظہار تو ہوتا ہے مگر اس نام کے نقصان دہ اثرات سے بچنا یقینی نہیں۔ نام ایسا ہو جو ذی معنی اور سننے والا قابل ستائش سمجھ کر اس نام کو صدق ایمان‘ سلامتی طبع اور تہذیب و اخلاق کا شاہکار سمجھیں۔ جس طرح بچہ ربچی کے عقیقہ کرنے کا سبب اللہ تعالیٰ اس نو وارد کو مصائب وآلام سے محفوظ فرمادیتے ہیں اسی طرح انبیاء‘ صلحاء اولیاء کے نام رکھنے سے بھی ان ناموں کا اثر ان میں ظاہر ہوکر خوبیاں نمایاں طور پر نظر آنا شروع ہوجاتی ہیں۔ ہم میں سے سادہ لوح اور احکام دینیہ کو حقیر ولایعنی سمجھنے والے افراد اپنے اولاد پر ایسا نام رکھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں جو ان کی سرداری‘ چودھراہٹ‘ خان ازم‘ وڈیرہ شاہی کی علامات ہوں۔ عمر بڑھنے کے ساتھ خاندانی اونچ نیچ کے خصائص خصوصاً ظلم وجبر‘ تکبر واتراہٹ ان کے خمیر میں شامل ہوکر پورے کنبہ کی دنیاوی واخروی تباہی کا باعث بن جاتے ہیں۔ نماز کا وقت ہوچکا ہے‘ بات لمبی ہوگئی اولاد کا والدین پر حقوق کا کچھ حصہ انشاء اللہ آئندہ عرض کروں گا۔ رب کائنات ہم اور ہماری اولاد کو راہ راست پر چلانے کی توفیق نصیب فرماویں۔

احوال وسوانح

مولانا حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
استاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

دارالعلوم حقانیہ کے سابق استاذ حدیث
شہید شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جانؒ

علامات قیامت میں سے ایک یہ ہے کہ دنیا سے علم اٹھ جائیگا۔ اسکی مزید وضاحت بخاری اور مسلم شریف کی ایک متفق علیہ روایت میں عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح کی ہے کہ علم لوگوں کے دلوں سے سلب نہیں کیا جائیگا بلکہ علم والوں کی موت سے علم اٹھالیا جائیگا۔ لا الہ الا اللہ کے نام پر حاصل ہونے والے اس ملک پاکستان میں گزشتہ کئی دہائیوں سے خیبر سے کراچی تک نہ جانے کتنے لا الہ الا اللہ کے علمبرداروں (علماء کرام) کو ناحق بیدردی سے خاک وخون میں نہلایا گیا۔ افسوس کہ کسی کے بارے میں آج تک یہ معلوم نہ ہو پایا کہ ان عظیم شخصیات کے سینے کن بد بخت لعنتیوں نے چھلنی کئے۔ یہ نہ صرف اس ملک کے لاء اینڈ آرڈر کے اہلکاروں کی نااہلی ثابت کرتی ہے بلکہ اس سے حکمرانوں کا دین سے غفلت اور خواب خرگوش کی مستی میں مبتلاء ہونا بھی عیاں ہوتا ہے۔ پشاور کے عین وسط میں متحدہ مجلس عمل اور وزیر اعلیٰ ہاؤس کے ناک کے نیچے وزیر باغ کے علاقے میں ایک عظیم استاذ، سکالر، مؤرخ، غزالی زماں، رازی دوراں، عاشق رسول ﷺ شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جانؒ کو بیدردی سے رمضان المبارک کے مقدس مہینے کے پہلے عشرے کے دوسرے روز عین افطاری کے لمحات میں شہید کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رات آٹھ بجے کے خبرنامہ میں جب انکی شہادت کی دلدوز خبر میں نے سنی تو اوسان خطا ہو گئے۔ سکتہ کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اسوقت سے اب تک صدمہ اور غم تازہ ہے۔ وما کان قیس هلکه هلک واحد ولکنه بنیان قوم تهدما اس واقعے سے پورے ملک کے علماء، دیندار اور مخلص مسلمانوں کو جس قدر غم واندوہ اور تکلیف ودرد پہنچا اس کا اندازہ قیوم سٹیڈیم میں ان کے نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں نے بخوبی کرلیا ہوگا۔ حکومتی اہلکار جب قیوم سٹیڈیم میں فاتحانہ انداز سے جنازے میں شرکت کے نام پر داخل ہوئے تو ہزاروں مشتعل لوگوں نے ان کی نااہلی کے سبب ان کا استقبال جوتوں، پتھروں اور نجانے ان جیسے کتنی حقیر اشیاء سے کیا۔ اسکے باوجود متحدہ مجلس عمل اور حکومت اپنی نااہلی سے منہ موڑ رہی ہے۔

اوصاف حمیدہ: حضرت مولانا حسن جان شہیدؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ علم وعمل، تقویٰ وطہارت،

فقہ وفتویٰ، تحقیق وتدوین، اخلاص وللہیت، جرأت وشجاعت، جہد ومجاہدہ، حریت وآزادی اور حق گوئی وبیباکی غرض ہرصفت میں وہ ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ آپؒ انتہائی متواضع شخصیت کے حامل تھے۔ طبعاً آپؒ نہایت نفیس، سادہ مزاج اوراصول وآداب کے پکے تھے۔ سیرت وتاریخ میں اللہ تعالیٰ نے ید طولیٰ سے نوازا تھا۔ ہمیشہ ہرکسی سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا ان کے خمیر میں شامل تھا۔ آپ تبسم کناں، راست گو، فصیح وبلیغ، شرافت ومروت کے پیکر، تواضع وحسن معاشرت میں ضرب المثل، خوف خدا کے سوا ہر ڈر سے بے نیاز، عمیق تجربے اور گہرے مطالعہ کے حامل انسان تھے۔

ع دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار

دار العلوم حقانیہ اور حضرت مولانا عبدالحقؒ سے عقیدت: شاید ہی صوبہ سرحد کا کوئی علاقہ ایسا ہو جہاں آپؒ قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی نشرواشاعت اور وعظ وتبلیغ کیلئے حاضر نہ ہوئے ہوں۔ ویسے تو موصوفؒ صوبہ بھر کے کئی مدارس میں بطور استاذ متعین رہے۔ تاہم دار العلوم حقانیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، مولانا سمیع الحق مدظلہ اور ہم جیسے حقیروں کیساتھ ان کی خصوصی عقیدت، تعلق خاطر اور شفقت رہا۔ جسے وہ تادم شہادت نبھاتے رہے۔ کچھ برس قبل جب میں نے ''تذکرۂ اساتذہ حقانیہ'' کے سلسلے میں ایک سوالنامہ آپؒ کی سوانح حیات حاصل کرنے کیلئے بھیجا تو اس کے جواب میں فرمایا کہ میں خود سوانحی حالات مرتب کرکے دوں گا اور پھر تقریباً ہر ملاقات میں بغیر میرے کسی استفسار کے اس کے لکھ کر دینے کا کہتے رہے۔ ایک آدھ دفعہ احقر نے ان سے کہا کہ آپؒ کے تفصیلی حالات مختلف رسائل اور کتابوں میں چھپے ہیں ان سے میں استفادہ کرلوں گا لیکن ان کا اصرار تھا کہ میں خود ہی خصوصی طور پر لکھ کر دوں گا۔ تاہم ان کی شبانہ روز علمی دینی تدریسی، دعوتی اور تبلیغی مصروفیات بیچ میں آڑے رہی۔ افسوس کہ وہ ابھی اپنے حالات مجھے دے نہیں پائے تھے کہ اس عارضی دنیا سے پردہ کرگئے۔ شاید اسی سوالنامے کو مدنظر رکھ کر آپؒ نے ''فانی زندگی کے چند ایام'' کے زیر عنوان خودنوشت سوانح حیات مرتب فرمائی، جواب چھپ بھی چکی ہے۔ بہرحال قارئین کیلئے ان کے مختصر حالات پیش خدمت ہیں۔

نام ونسب: شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان شہیدؒ بن مولانا علی اکبر جانؒ بن حافظ جمال الدینؒ بن مولانا خیر الدینؒ بن مولانا بختیار احمدؒ بن مولانا حسن قریشیؒ۔ نسباً قریشی النسل تھے۔ آپ کے جد امجد مولانا حسن قریشیؒ افغانستان سے چارسدہ میں آکر آباد ہوئے۔

پیدائش: دوم ذوالقعدہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۳۸ء کو محلہ میاں کلے موضع پڑانگ چارسدہ میں پیدا ہوئے۔

حلیہ: مولانا حسن جانؒ ظاہری حسن اور باطنی خوبیوں کا حسین مرقع، سرخ وسفید رنگ، مضبوط لمبا نکلتا ہوا قد، خوبصورت بارعب چہرہ، جس پر سادگی اور علم وفضل کا وقار، فکر وتدبر، حلم ومتانت سے کشادہ پیشانی، بڑی بڑی حسین آنکھیں، چہرے پر لمبی گھنی سفید داڑھی، آواز میں سوز اور گفتار میں بے ساختگی وحلاوت، بس یہی تھا دلکش اور حسین حلیہ۔

ابتدائی تعلیم واساتذہ: صرف ونحو کی جملہ کتابیں شرح جامی تک منطق کے کتب سلم العلوم تک ریاضی اور علم ہیئت کی کتابیں اور میراث وعقائد کی کتابیں آپ نے اپنے والد محترم مولانا علی اکبر جانؒ سے اپنی مسجد میں پڑھیں۔ان کے علاوہ اپنے بڑے تایا مولانا رحمان الدین نقشبندیؒ اور چچا مولانا حکیم محمد اسماعیلؒ سے فارسی ،فقہ، اصول فقہ اور علم طب میں استفادہ کیا۔شوال ۱۳۷۲ھ سے ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ تک دارالعلوم نعمانیہ اتمانزئی میں علمی پیاس بجھاتے رہے۔اس زمانے میں آپ کے والد اسی مدرسہ میں مدرس تھے۔ یہاں حضرت مولانا عبدالجلیلؒ صدر مدرس، مولانا محمد حسینؒ آف مرزا ڈھیر اور مولانا محمد یوسفؒ سے کسب فیض کیا۔ پھر دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ علمی خوشہ چینی کیلئے پہنچے جہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰنؒ آف مینیؒ ،مولانا کوہستان مرحوم (مولانا کریم شاہ) اور حضرت مولانا عبدالوہابؒ آف کوٹ ترناب کے دروس میں شریک رہے۔

اعلیٰ تعلیم واساتذہ: دورۂ حدیث شریف کیلئے شوال ۱۳۷۵ھ میں لاہور کے مشہور دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ کا رُخ کیا۔ جہاں بقول مولانا حسن جان شہیدؒ انہیں تین دن تک مہتمم مدرسہ مولانا مفتی محمد حسنؒ نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن اشرفی مدظلہ کے کمرے میں بطور مہمان رکھا اور پھر خصوصی شفقت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کو ایک چھوٹا کمرہ عنایت فرمایا۔ مولانا حسن جانؒ شہید نے احقر سے اپنی آخری ملاقات میں فرمایا کہ میں نے بخاری شریف حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ، ترمذی شریف مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ، مسلم شریف مولانا ضیاء الحق کیمبل پوریؒ، موطائین اور طحاوی حضرت مولانا مفتی محمد جمیل احمد تھانویؒ، اور ابوداؤد شریف صاحبزادہ مولانا عبیداللہ مدظلہ (موجودہ مہتمم) سے پڑھی۔ دورۂ حدیث کا آخری امتحان اس زمانے میں تقریری اور زبانی ہوتا تھا۔ یہ امتحان موصوفؒ سے خیرالمدارس کے مہتمم حضرت مولانا خیر محمدؒ نے لیا۔ جس میں آپ بتیس ساتھیوں کے کلاس میں دوسرے نمبر پر رہے۔ شعبان ۱۳۷۶ھ کو دستار بندی حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ اور حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ کے مبارک ہاتھوں سے سبز عمامہ کی صورت میں کروائی گئی۔

درس وتدریس: لاہور سے واپسی پر اپنی مسجد میں ابوداؤد شریف، مقامات حریری، شرح چغمنی کے درس سے تدریس کا آغاز کیا۔ یہ سلسلہ تادم شہادت ۵۱ برس تک جاری رہا۔ یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

شادی واولاد: ۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۵۸ء اپنی تایازاد لڑکی سے نکاح ہوا۔آپ کے چار فرزند ہیں' مولانا فیض الحسن' فاضل حقانیہ۔مولانا عزیز الحسن' مولانا عابد الرحمٰن اور مولانا فخر الحسن فاضلین امداد العلوم پشاور' اور ایک دختر ہیں جو شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کے عقد میں ہیں۔

مولوی فاضل اور منشی فاضل وغیرہ امتحانات میں اعلیٰ کامیابی: ۱۹۵۸ء میں جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک سے فاضل دینیات کا امتحان پہلی پوزیشن سے پاس کیا اور پھر اسی سال پشاور یونیورسٹی سے مولوی عالم اور اگلے سال مولوی

فاضل اور ۱۹۶۱ء میں منشی فاضل کے امتحانات نمایاں کامیابی پاتے ہوئے پاس کئے۔

امامت وخطابت: فراغت کیساتھ ہی دوران تدریس اپنے علاقے میں امامت کے فرائض بھی انجام دینے شروع کئے بعد میں شوگر ملز کی جامع مسجد میں خطابت رہی اور حین شہادت گزشتہ ۲۰ برس سے درویش مسجد پشاور کی خطابت و سرپرستی پر فائز تھے۔

بطور عربی ٹیچر تعیناتی: ۱۹۵۹ء میں محکمہ تعلیم کی طرف سے بطور عربی ٹیچر جبیؒ علاقہ نظام پور نوشہرہ میں تعینات کئے گئے۔ بعد میں اپنے والد کے توسط سے تبادلہ مڈل سکول پڑانگ کروایا۔

دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسوں میں شرکت: دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی دور میں دس پندرہ برس تک باقاعدگی سے سالانہ دستار بندی کے جلسے منعقد ہوتے رہے۔اس میں پاک وہند کے چوٹی کے علماء کرام تشریف آوری فرماتے اور اپنے علمی بیانات سے حاضرین کو محظوظ فرماتے۔آپؒ نے اس زمانے میں کئی جلسوں میں اکابرین کی ملاقات کیلئے نہ صرف شرکت کی بلکہ ان علماء کرام کے بیانات اپنی ڈائری میں نوٹ بھی کرتے رہے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ اور تعلیم: ۱۹۶۱ء کے اواخر میں ایک اخباری تراشے میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلے کا شیڈول دیکھ کر ایک عریضہ سعودی سفیر کے نام عربی اور انگریزی میں مولانا یوسف بنوریؒ کے سفارشی خط کے ہمراہ بھیجا۔اس کی منظوری پر آپ نے ۱۹۶۲ء میں سکول کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔پاسپورٹ اور ویزے کے مراحل طے کرنے کے بعد کراچی پہنچے جہاں معلوم ہوا کہ آپ کے دو دیگر ساتھیوں مولانا عبداللہ کاکاخیلؒ اور مولانا عبدالرزاق اسکندر مدظلہ کا داخلہ بھی ہو چکا ہے۔ یہاں دو تین ہفتے سعودی قونصلیٹ اور پاکستانی وزارت خارجہ کے درمیان اس بات پر نوک جھونک رہی کہ ان طالب علموں کا داخلہ براہ راست کیوں کیا گیا۔مولانا شہیدؒ فرماتے کہ مجھے اس بات پر کافی پریشانی اٹھانی پڑی اس لئے کہ میں اپنی تمام کشتیاں جلا کر آیا تھا۔آخر یہ معمہ حل ہو گیا اور روانگی طے ہوئی۔قیام کراچی کے دوران ہی خواب میں رسول اللہ ﷺ کی رؤیت کا شرف حاصل ہوا جس میں آپ ﷺ کے ساتھ معانقہ کیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کو چوما۔ یہاں سے بذریعہ بحری جہاز سفینۃ الحجاج ہفتہ بھر میں جدہ پہنچے۔عمرے کی ادائیگی سے فراغت پر مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔چار برس تک یہی تعلیم پانے کے بعد اگست ۱۹۶۶ء میں وطن واپس پہنچے۔واپسی پر شام، فلسطین اور اُردن کی مبارک سرزمین دیکھنے کے لئے بھی جانا ہوا۔

حفظ قرآن: قیام مدینہ کے دوران اپنی کوشش اور محنت کی بدولت حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

مدینہ سے واپسی پر تدریس: مدینہ منورہ سے واپسی پر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے بنوری ٹاؤن اور مولانا عبیداللہ مدظلہ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریس کی پیشکشیں کیں۔لیکن وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔اپنے والد کے حکم سے دارالعلوم نعمانیہ [illegible] شوال ۱۳۸۹ھ سے تدریس کا آغاز کیا۔ جہاں جملہ حدیث کے کتب آپ اکیلے

پڑھاتے تھے' سات برس تک اسی مدرسہ میں پڑھایا اور پھر دار العلوم عربیہ ٹل میں بطور شیخ الحدیث تعیناتی ہوئی' تین برس تک ٹل میں پڑھایا' اس دوران نواب امیر محمد خان کی طرف سے اکبر دار العلوم مردان میں تدریس کی پیشکش ہوتی رہی

ایم اے، گولڈ میڈل، اور صدارتی انعام: ۱۹۷۱ء میں ایم۔اے کے امتحان میں پوری یونیورسٹی میں اول آئے اور گولڈ میڈل وصدارتی انعام کے مستحق قرار پائے۔

دار العلوم حقانیہ میں تقرری: جد مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی دعوت پر دار العلوم حقانیہ میں شوال ۱۳۹۶ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۷۶ء کو ۶۰۰ روپیہ ماہوار پر تقرر ہوا۔ قیام دار العلوم کے دوران ترمذی شریف اور بخاری شریف کے کچھ حصص، مشکوۃ شریف جلد ثانی، اور تصریح کا درس دیتے رہے۔ دو برس تک دار العلوم حقانیہ میں تدریس کا زمانہ رہا۔ ہمیشہ دار العلوم حقانیہ سے جدائی پر افسوس کرتے تھے اور حقانیہ کے برکات کا اعتراف ہر مجلس میں کرتے۔ ایک جگہ استاذ محترم مولانا عبدالقیوم حقانی کے زیرادارت نکلنے والے ماہنامہ ''القاسم'' میں ''فانی زندگی کے چند ایام'' کے زیرعنوان لکھتے ہیں کہ '' حضرت شیخ الحدیث کے خاندان سے خصوصی تعلق اور فکری ونظریاتی اتحاد رہا۔ جو آج تک قائم ودائم ہے۔'' آگے لکھتے ہیں ''نیا دور اور تعمیراتی ترقی حضرت مولانا سمیع الحق کی مخلصانہ کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مزید ترقی فرمائیں۔ آمین'' آگے حضرتؒ کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ '' حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے اخلاص، تواضع اور شفقت میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضرتؒ کی صحبت سے پہلے کبھی کبھی دل میں یہ خیال آتا کہ حضرتؒ کا تواضع متکلفانہ نہ ہو۔ مگر انکی صحبت اور دار العلوم میں رہنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ آپکی طبعی صفت تھی۔ اپنے بچوں کیساتھ نہایت متواضعانہ برتاؤ میں تکلف نہیں ہوسکتا۔ میں اکثر دعا میں حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت مولانا شمس الہادی شاہ منصور باباجی جیسے نیک اخلاق لوگوں کے وسیلے سے اپنے لئے اللہ رب العزت سے دعا مانگتا ہوں''

دار العلوم اکبر مردان اور پھر امداد العلوم پشاور میں: حقانیہ کے بعد ۱۳۹۸ھ سے ۱۴۰۳ھ تک اکبر دار العلوم مردان میں پڑھایا۔ اور شعبان ۱۴۰۳ھ مطابق ۵ رجون ۱۹۸۲ء سے تادم شہادت جامعہ امداد العلوم شاہ فیصل مسجد پشاور میں بحیثیت صدر مدرس وشیخ الحدیث خدمات انجام دیں۔

مسجد درویش اور امداد العلوم کا پس منظر: بات درویش مسجد تک پہنچی تو آئیں ذرا اسکے تاریخی پس منظر پر نظر ڈالیں۔ درویش مسجد کے قیام سے قبل پشاور صدر میں اسی مقام پر صیہونیت اور فری میسن تحریک کا ایک بہت بڑے اڈا قائم تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کے علاوہ تیں اور فری میسن لاج ملک کے مختلف گوشوں میں سرگرم عمل تھے۔ یہ تنظیم عالم اسلام میں ملت مسلمہ کے خلاف مختلف سازشوں اور سرگرمیوں کی آماجگاہ بنی رہی۔ حضرت مولانا سمیع الحق نے اس مسئلہ کو ۱۹۷۲ء میں قرارداد تحاریک التواء اور مختلف سوالات جمع کرکے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے نام سے قومی اسمبلی میں اٹھایا اور یہ عمارتیں ان کے قبضہ سے لینے کی تجویز پیش کی۔ طویل جدوجہد کے نتیجہ میں فری میسن پر

پابندی لگانے کا فیصلہ ہوا اور ملک بھر میں ایسی عمارتیں حکومتی تحویل میں لی گئیں۔ پشاور کی اس فری میسن لاج پر جامعہ مسجد درویش بنائی گئی۔ جس کی سرپرستی مولانا فقیر محمدؒ اور مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ نے کی۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اپنی کتاب ''مکتوبات مشاہیر بنام حضرت مولانا سمیع الحق'' کے عنوان ''مکتوبات مولانا محمد اشرفؒ'' کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں کہ پشاور صدر میں مال روڈ پر فری میسن لاج کے نام سے ایک پرشوکت عمارت تھی' ناچیز نے اس وقت کے قومی اسمبلی میں والد ماجد شیخ الحدیث قدس سرہ کے نام پر یہ مسئلہ سوالات تحریک التوا وغیرہ کے ذریعہ اٹھایا' اس وقت کے وزیر داخلہ خان عبدالقیوم خان نے جواب میں ایسے تمام مراکز جو صیہونی سازشوں کے اڈے ہیں' کو قومی تحویل میں لینے کا اعلان کیا۔ اور فوری طور پر پشاور کی یہ عمارت بھی مولانا محمد اشرفؒ نے ایک جامع مسجد میں بدل دی۔ اور درویش مسجد کے نام سے اس عظیم عمارت کو اسلامی مرکز میں بدل دیا اور حضرت علامہ مولانا فقیر محمدؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ کی سرپرستی میں اسمیں مدرسہ اور دار العلوم قائم کیا۔ اس معاملہ کی تفصیلات والد ماجد کے قومی اسمبلی میں جدوجہد کی داستان ''قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ'' قرارداد ۱'۴ میں شامل ہو چکی ہیں۔ اس معاملہ میں اس حقیر کی کوشش کیا عجب نجات آخرت کا ذریعہ بن جائے۔ فری میسن عمارات کی ضبطگی کا معاملہ پشاور تک محدود نہیں بلکہ پورے ملک پر لاگو ہو گیا۔ فالحمد للہ علی توفیقہ ہمارے قابل فخر اور جگری دوست شیخ الحدیث مولانا حسن جان نے دار العلوم حقانیہ میں تدریس کے بعد اس ادارہ کو خطابت و تدریس کیلئے اپنا مستقر بنایا۔ وہی اسکے روح رواں بنے۔ اور تادم تحریر آج ہی اس شہید اسلام کا جنازہ ہم نے اسی مسجد سے اٹھایا اور علم و ارشاد کے اس درخشندہ ستارے کو سپرد خاک کر دیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔''

ممبر قومی اسمبلی: ۱۹۹۰ء میں عوامی نیشنل پارٹی کے بڑے سپوت خان عبدالولی خان کے مقابل قومی اسمبلی کے نشست پر بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ جس کے نتیجے میں خان صاحب نے دل برداشتہ ہو کر سیاست سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کیا۔ کچھ عرصہ اسمبلی میں گزارنے کے بعد فرمایا کہ شاید ہی اس طریقے سے اسلام کی کوئی خدمت اور نفاذ اسلام ممکن ہو سکے۔ یہی وجہ تھی کہ دوبارہ ہزار کوششوں کے باوجود وہ الیکشن میں حصہ دار نہ بنے۔

شہادت: ہفتہ ۲؍ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۵؍ ستمبر ۲۰۰۷ء کو کچھ افراد نکاح کے بہانے آپ کو لے کر گئے اور پھر وزیر باغ کے علاقہ میں مظلومانہ انداز سے شہید کر دیا۔ اللھم اجعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ تاریخی نماز جنازہ کے بعد آسمان علم و عمل کے اس عظیم درخشندہ ستارے کو جامعہ احسن المدارس واقع برلب شیخ ولہ گڑھی رشیدہ جھگڑا پشاور میں سپرد خاک کیا گیا۔

احقر سے قربت: ایران اور حرمین شریفین کے اسفار میں آپ سے ناچیز کو کافی قربت حاصل ہوئی۔ عظیم المرتبت ہونے کے باوجود اصاغر پروری کی بنیاد پر ہر کہیں مجھے خصوصی شفقت اور پیار و محبت سے نوازتے۔ جہاں بھی ملتے محبت و شفقت کی بدولت احقر کو سہارا بنا کر اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر چلتے۔

الحق میں جب احقر نے سفر ایران جون ۲۰۰۶ء کا سفرنامہ بعنوان ''مولانا سمیع الحق اور مولانا شیر علی شاہ کا دورۂ ایران'' لکھنا شروع کیا تو کئی دفعہ ظرافت میں مختلف مواقع پر فرمایا کہ ہمارا دورۂ ایران تو تم نے گول کر دیا نہ تو دوسری مرتبہ ایران لے کر گئے اور نہ ہی ہمارے دورے کا ذکر کیا۔ بعد میں اس کی تلافی کرتے ہوئے اس سفر کے تفصیلی حالات بھی الحق میں قسط وار شروع کئے۔ اس سفر کی تفصیلات لکھنے کے دوران ایک دفعہ شہید مظلوم سے فون پر کانفرنس میں ان کی طرف سے پیش کیا جانے والا مقالہ شامل اشاعت کرنے کیلئے عرض کیا تو فوراً اگلے ہی دن ایک طالبعلم کے ہاتھ ارسال فرمایا۔ اس مقالہ کے ہمراہ آپؒ نے اپنے قلم سے لکھا ہوا جو خط بھیجا وہ پیش ہے:

''	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	۱۴۲۸/۲/۲۹ھ، ۳/۲۰/۲۰۰۷ء

برادر محترم مولانا عرفان الحق مدظلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حسب الارشاد ''عربی مقالہ'' اور ایران کے دورے کا مختصر بیان اور ایرانی شیعوں کے بارے میں چند تاثرات پیش خدمت ہیں۔ ''الحق'' میں شائع کرانے سے ممنون فرماویں۔ حضرت مولانا قائد صاحب اور دیگر اہل بیت کرام اور اساتذہ کرام کی خدمت میں تحیہ سلام وآداب عرض کیجئے۔ والسلام ازمحمد حسن جان۔'' خط کے ہر ہر لفظ سے شفقت ومحبت اور تواضع ٹپکتی ہے۔ افسوس کہ اسوقت عربی سے اردو ترجمہ نہ ہونے کی وجہ اسکی اشاعت اس خیال سے نہ ہوسکی کہ مولاناؒ خود ترجمہ کرینگے تو شائع کیا جائیگا لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ ان شاء اللہ آئندہ کی اقساط میں قارئین کی خدمت میں ان کی دیگر تقاریر کے ساتھ پیش کرونگا۔

آخری ملاقات: آپؒ سے آخری تفصیلی ملاقات دو تین ماہ قبل حاجی غلام فرید سُنار صاحب کی فیکٹری کے افتتاح کے موقع پر حیات آباد پشاور میں ہوئی۔ جہاں حضرت مولانا شیر علی شاہ اور حضرت مولانا مغفور اللہ مدظلہم بھی موجود تھے۔ اس موقع پر احقر کے مختلف سوالات کے جواب میں آپؒ اور مولانا شیر علی شاہ صاحب نے اپنی زندگی کے تعلیمی دور پر خاص روشنی ڈالی۔ افسوس کہ وہ سب کچھ محفوظ نہ کیا جاسکا۔ تاہم چند ایک باتیں جو یاد ہیں نذر قارئین ہیں۔

سرحد کے ایک نواب کی بیٹی سے شادی کی پیشکش: فرمایا کہ جامعہ اشرفیہ میں دوران تعلیم ایک دفعہ مجھے مولانا مفتی حسنؒ نے اپنے کمرے میں بلا کر کہا کہ اپنے والد صاحب کو لاہور بلاؤ۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ نہ معلوم کس لئے بلا رہے ہیں۔ لیکن پوچھنے کی ہمت نہ ہوسکی میں نے اپنے والد صاحبؒ کو حسب حکم بلایا۔ وہ آئے اور مفتی حسنؒ سے تنہائی میں ملاقات کی۔ بعد میں والد صاحبؒ نے بتایا کہ مفتی صاحبؒ نے ان (مولانا حسن جان) کیلئے سرحد کے ایک بڑے نواب کی بیٹی سے شادی کی پیشکش کی۔ وہ نواب مفتی حسنؒ کے بیٹے سے اپنی بیٹی کی شادی کروانا چاہتا تھا لیکن مفتی حسنؒ نے کہا کہ لاہور سے سرحد کافی دور ہے اس کا ایک اور بہتر نعم البدل یعنی مولانا حسن جان میرے پاس ہے۔ لیکن مولاناؒ کے والد نے یہ کہہ کر انکار فرمایا کہ ہمارے اپنے گھر میں تایازاد لڑکی سے ان کی بات طے ہوچکی ہے۔

بامیان کے بُت: افغانستان کے تحریک طالبان کی بات چلی، جس کی آپؒ نے بھرپور سرپرستی اور معاونت فرمائی

تردد تھا' وہ سرے سے ان کو بُت (جن کی پرستش ہو) نہیں مان رہے تھے۔ تو میں نے انہیں یاقوت حموی کے معجم البلدان کا حوالہ دیتے ہوئے قائل کیا کہ اس نے اپنی کتاب میں ان بتوں کی باقاعدہ پرستش کے بارے میں لکھا ہے۔ لہٰذا اس کا مسمار اور ختم کرنا ہی عین شریعت کا تقاضا ہے۔ جس کے بعد انہوں نے برملا طالبان کی تائید کی۔

مولانا کاندھلویؒ کی پہلی دفعہ زیارت: فرمایا کہ جب پہلی بار جامعہ اشرفیہ میں داخلے کیلئے پہنچا تو دیکھا کہ وہاں ایک شخص ہندوستانی وضع قطع کے نحیف البدن نلکے سے پانی بھر رہے ہیں۔ میں نے کسی سے مولانا کاندھلویؒ کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہی نلکے سے پانی بھرنے والے کاندھلویؒ صاحب ہیں۔ جس سے ان کی اس بے تکلفی اور تواضع دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس واقعہ کی ہیبت آج تک میں محسوس کرتا ہوں۔

مولانا سمیع الحق مدظلہ کیلئے پیغام: فرمایا کہ مولانا سمیع الحق کو میرا اسلام پہنچانا اور کہنا کہ اکیلے اکیلے بیرون ممالک کی سیر و سیاحت میں مصروف ہو ہمیں بھی کہیں کہیں اپنے ساتھ لے جایا کرو۔

بھانجی کے بارے میں ڈاکٹر کے پاس خود جانے کی پیشکش: میرے بہنوئی سید حاجی گل شاہ اور اس کی بیٹی یعنی میری بھانجی چھوٹی زہریٰ بھی اس مجلس میں ہمارے ساتھ تھی۔ اس کی آنکھوں کی تکلیف دیکھ کر خود فرمایا کہ ایک آدھ دن میں پشاور آؤ تو اس بچی کو ساتھ لے آؤ میں تمہارے ساتھ ڈاکٹر ضیاء الاسلام (آئی سپیشلسٹ) کے پاس جاؤں گا تا کہ اس کا صحیح علاج ہو سکے۔ اس سے ان کی اصاغر پروری اور شفقت کا خصوصی برتاؤ سامنے آتا ہے۔

دار العلوم حقانیہ کے بارے میں آخری تاثرات: فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے بعد ان کے خانوادے میں علم کا تسلسل ہی دار العلوم کی ترقی کا ضامن ہے۔ کسی بھی مدرسے کی ضرورت اور تعمیر و ترقی سے صحیح معنوں میں اہل علم ہی باخبر ہوتے ہیں۔ دنیا دار اور بے علم مدرسے اور طلباء کی ضروریات و ترقی کو کیا سمجھیں۔ شیخ الحدیثؒ کے خانوادے میں ان کے فرزندوں کے بعد آپ جیسے نوجوانوں کی علم سے دیرینہ وابستگی قابل تحسین ہے۔

علمی نسبت اور روزی کی فراوانی: فیکٹری میں بعض مزدوروں کو کام کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ یہ بھی ہماری ہی طرح کے انسان ہیں۔ دھوپ' بارش' گرمی' سردی ہر موسم میں روزی کے حصول کیلئے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علم کی نسبت سے ہمیں ان کاموں سے فارغ کر دیا ہے۔ پکی پکائی تیار وافر مل جاتی ہے۔ اس پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ لئن شکرتم لا زیدنکم

حج و عمرہ کا ارادہ: مجھے دو تین برس سے حرمین و شریفین میں مولاناؒ کی معیت و صحبت حاصل ہوئی۔ اس مجلس میں فرمایا کہ میں نے اور حاجی فرید صاحب نے حج کے لئے داخلہ کیا ہے۔ اور رمضان میں بھی عمرہ کے ارادہ ہے۔ تمہارا کیا پروگرام ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی آپ کے تو بڑے بڑے مرید ہیں۔ کسی سے کہہ کر ہمیں بھی ساتھ لے چلیں۔ تو فرمایا کہ ہم سے بڑھ کر تو آپ کے مرید ہیں۔ مولانا شیر علی شاہ مدظلہ نے تائید کرتے ہوئے کہا کہ بالکل بجا فرمایا۔ لیکن کسے کیا خبر تھی کہ یہ شمع بہت جلد بجھنے والی ہے۔ اللھم فلا تحرمنا اجرہ و لا تفتنا بعدہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان ؒ

دارالعلوم حقانیہ سے میرا تعلق

(مولانا مرحوم کے خودنوشت سوانح حیات ''فانی زندگی کے چند ایام'' سے اقتباس)

چنانچہ بعض احباب کی خواہش اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جانا پسند کیا۔ اور بروز جمعۃ المبارک شوال ۱۳۹۶ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۷۶ء دارالعلوم حقانیہ میں تقرری ہوگئی۔ اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زیر درس کتاب ترمذی کے ابواب صلوٰۃ سے اور بخاری شریف کتاب الجہاد سے کتاب النکاح اور مغازی جبکہ مشکوٰۃ میں جلد ثانی اور تصریح کا درس عنایت فرمایا اور اپنی طرف سے چھ سو روپیہ ماہوار مقرر کیا۔

جب نواب امیر محمد کو معلوم ہوا' چونکہ میں ان کی جامع مسجد شوگر ملز میں جمعہ پڑھاتا رہا' تو اس نے پیغام بھیجا کہ ''ہم نے آپ کو تل سے بلایا ہے'' آپ اکوڑہ خٹک کیوں چلے گئے' میں نے جواب میں کہا کہ اس سال دارالعلوم حقانیہ جاچکا ہوں' آئندہ سال دیکھیں گے۔

آئندہ سال شوال سے نواب صاحب نے بعض اہم شخصیات کو اکبر دارالعلوم مردان سے رخصت کیا اور اس نے مجھے پیغام بھیجا کہ آپ کے لئے جگہ خالی کردی ہے' آپ اکبر دارالعلوم آجائیں' میں نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب سے خود نہیں کہہ سکتا' آپ میرے ساتھ اپنے نمائندے بھیج دیجئے۔ وہ ان سے کہیں گے' چنانچہ ان کے سیکرٹری حاجی مقبول اور اکاؤنٹنٹ نور محمد خان صاحب میرے ساتھ گئے۔ حضرت سے ملاقات کے وقت میں خاموش رہا۔ اور انہوں نے میرے بارے میں عرضداشت پیش کی۔ حضرت کی مجھ سے ازحد محبت تھی اور آپ نے میری داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور فرمایا کہ آپ قطعاً دارالعلوم کو نہ چھوڑیں' یہ الفاظ حضرت نے نہایت شفقت اور تواضع سے فرمائے' میں نے کہا کہ آپ مجھے ان سے نجات دلائیں' تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ اس سال تو یہاں رہیں گے پھر دوسرے سال دیکھیں گے اور میری طرف سے نواب صاحب کو یہ پیغام پہنچادیں' چنانچہ دوسرے سال بھی وہاں دارالعلوم حقانیہ میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر رہا' اور حضرت نے اپنی طرف سے سات سو روپیہ ماہوار مقرر کیا۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ حضرت شیخ الحدیث ؒ اپنے اخلاص' تواضع اور شفقت میں اپنی مثال آپ تھے'

حضرت کی صحبت سے پہلے کبھی کبھی دل میں یہ خیال آتا تھا کہ حضرت کا تواضع متکلفانہ نہ ہو مگر ان کی صحبت اور دارالعلوم میں رہنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ آپؒ کی طبعی صفت تھی اپنے بچوں کے ساتھ نہایت متواضعانہ برتاؤ میں تکلف نہیں ہوسکتا' میں اکثر دعا میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شمس الہادی شاہ منصور باباجی'' جیسے نیک اخلاق اپنے لئے رب العزت سے مانگتا ہوں۔

دارالعلوم حقانیہ کی برکات:

۱۔ دارالعلوم حقانیہ کی برکات سے مجھے کافی فائدہ ہوا' تدریس کے طریقہ میں اصلاح ہوگئی' بڑے اکابرین علماء' مدرسین دارالعلوم کی صحبت اور مجلسوں سے فیض یاب ہوا' خصوصاً صدر مدرس والد حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی اور دیگر مشفق اساتذہ کرام سے۔

۲۔ آج کل کے مشہور علماء کرام کے استاذ ہوجانے کا شرف حاصل ہوا۔ مثلاً حضرت مولانا فضل الرحمٰن امیر جمعیۃ علماء اسلام' حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن' مہتمم جامعہ عثمانیہ نوتھیہ پشاور' حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی' مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ نوشہرہ' حضرت مولانا بدر منیر صاحب' مہتمم جامعہ مدنیہ بٹ خیلہ ملاکنڈ' حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی صاحبزادہ صدر صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ' حضرت مولانا سید عبدالحئی صاحب بام خیل رابطہ عالم اسلامی وغیرہ جو اس زمانے کے فارغ التحصیل ہیں۔

۳۔ حضرت شیخ الحدیث کے خاندان سے خصوصی تعلق اور محبت اور فکری اور نظریاتی اتحاد رہا' جو آج تک قائم ودائم ہے۔

۴۔ دارالعلوم حقانیہ کی دیوبند ثانی کی حیثیت حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خصوصی معاونین اور اس وقت کے ناظم صاحب سرحوم کی مخلصانہ جدوجہد اور حضرت شیخ الحدیث کی دعاؤں کی برکت ہے۔

۵۔ نیا دور اور تعمیراتی ترقی حضرت مولانا سمیع الحق کی مخلصانہ کاوشوں کا نتیجہ ہے' اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مزید ترقی نصیب فرماویں۔ آمین

دوسرے سال کے اختتام پر نواب امیر محمد خان صاحب کے اصرار پر اور سابق شیخ الحدیث ومہتمم کی رخصت ہونے کی وجہ سے اور اکبر دارالعلوم بند ہونے کے ڈر سے اور بعض علماء کرام اور محبین کے مشورہ پر' ایک دینی مدرسہ چلانے اور بند ہوجانے سے بچانے کے لئے حضرت شیخ الحدیث کو بادل نخواستہ چارسدہ ہی سے استعفیٰ بھیج دیا۔ ان کو بالمشافہ نہیں کہہ سکتا تھا۔

آپ اپنے مضامین بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں: editor_alhaq@yahoo.com

دفاعی تجزیہ

جناب قاضی رحمت اللہ، راولپنڈی

پاکستان کے نیوکلیئر اثاثہ جات کو تباہ کرنے کا امریکی منصوبہ

یہ بات پاکستانی میڈیا میں بتکرار آچکی ہے کہ امریکہ پاکستان کے نیوکلیئر اثاثہ جات کو تباہ کرنے کا عزم بالجزم کیئے ہوئے ہے بلکہ عالم اسلام کے باحیثیت ملک ہونے کے ساتھ ساتھ یورپی ممالک کی سرتوڑ مخالفت کے باوجود ایک ایٹمی طاقت بن جانے کے جرم میں اسے صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے درپے ہے۔ اس سلسلے میں اس کی منصوبہ بندی اتنی مکمل اور حتمی ہے کہ امریکن تھنک ٹینکس نے یہ پیشنگوئی کر رکھی ہے کہ 2010ء تک پاکستان اندرونی طور پر مفلوج ہوجائے گا۔ 2015ء تک اندرونی اور بیرونی کشمکش میں اس کے حصے بخرے ہوجائیں گے اور 2020ء تک پاکستان کے نام کا کوئی ملک دنیا کے نقشے پر موجود نہیں ہوگا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

پاکستان کو باہر سے ضرب لگانے کے لئے اس کے نیوکلیئر پروگرام کو نشانہ بنانا سامراجی طاقتوں کا طے شدہ پروگرام ہے۔ اس سلسلے میں چند خبریں ملاحظہ ہوں۔

☆ یہودی نژاد سابق امریکی وزیر خارجہ ہنری کسینجر نے جو خارجہ امور کے ممتاز امریکی ماہر ہیں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور اقتدار میں پاکستان کا دورہ کرتے ہوئے لاہور ایئر پورٹ پر بھٹو صاحب کو ایٹمی پروگرام ترک کر دینے کا حکم دیا تھا اور دھمکی دی تھی کہ عدم تعمیل کی صورت میں انہیں نمونہ عبرت بنا دیا جائے گا۔ سابق امریکی صدر مسٹر کلنٹن نے پاکستان کے ایٹمی دھماکوں سے قبل اس وقت کے وزیر اعظم نواز شریف سے کہا تھا کہ ایٹمی دھماکہ کرکے وہ برسر اقتدار نہیں رہ سکیں گے۔

☆ پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام کو بے نظیر بھٹو کے دور میں کیپ (CAP) کرنے کے لئے سخت دباؤ ڈالا گیا لیکن ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی اپنے مقصد کے ساتھ یکسوئی اور لگن کی وجہ سے اسے بظاہر کیپ کر دیا گیا مگر امریکہ کو اس میں کامیابی نہ ہوسکی اور نیوکلیئر پروگرام جاری رکھنے پر پوری پاکستانی قوم کا مثالی اتحاد و اتفاق سامنے آیا۔

☆ 2001ء میں واشنگٹن سے جاری ہونے والی یہ خبر سامنے آئی کہ امریکن فوجی انٹیلی جنس کے افسروں کی اعلیٰ سطح کی ایک ٹیم نے پاکستان کے ایٹمی پلانٹس اور ایٹمی ہتھیاروں کی انسپکشن کے بعد پاکستان کے سیکورٹی انتظام پر عدم

اعتماد کا اظہار کیا اور سیکورٹی سسٹم کو بہتر بنانے کیلئے سازوسامان، مدد، ٹریننگ اور مشاورت کی پیشکش کی۔ٹیم کے سربراہ بریگیڈئر جنرل کیون چلٹن نے پاکستانی حکام سے تین روزہ ملاقات کے دوران امریکی حکومت کی تشویش بیان کی ہے کہ پاکستانی فوج کے افسر طالبان کے ہمدرد ہیں اس لئے خدشہ ہے کہ وہ ایٹم بم چوری کرکے طالبان کو دے دیں گے اس لئے لازمی ہے کہ پاکستان اپنے ایٹم بم کسی دوسری جگہ منتقل کردے اور مزید یہ کہ امریکی ٹیم نے پاکستان کو متبادل سٹوریج ہینڈلنگ اور نئے سیکورٹی سسٹم کی پیشکش کی تاکہ امریکہ کی تشویش دور ہو جائے۔اس کے بعد اخبار واشنگٹن پوسٹ نے یہ خبر دی کہ پاکستان نے اپنے ایٹمی ہتھیار چھ نئے خفیہ مقامات پر منتقل کر دیئے ہیں۔حکومت کو ایٹمی تنصیبات پر حملوں اور ہتھیار چوری ہونے کا خطرہ تھا۔پاکستان کے پاس 30 سے 40 ایٹم بم اسمبل کرنے کا مواد موجود ہے۔اس پر ممتاز عسکری تجزیہ نگار بریگیڈئر ریٹائرڈ شمس الحق قاضی نے 17 / اکتوبر 2001ء کے اخبارات میں لکھا تھا کہ ''موجودہ بحران سے قبل ہم کسی غیر متعلق اور بالخصوص کسی غیر ملکی کو اپنی ایٹمی تنصیبات کے قریب بھی نہیں بھٹکنے دیتے تھے بلکہ قارئین کو یاد ہوگا کہ فرانس کا سفیر اس کوشش میں اپنے دانت تڑوا بیٹھا تھا لیکن اب جیسا کہ وزیر دفاع نے بتایا ہے کہ پاکستان نے اپنا سب کچھ امریکہ کے حوالہ کر دیا ہے۔''

اس سلسلے میں نیویارک ٹائمز 11 / نومبر 2001ء کو دیئے جانے والے انٹرویو میں جنرل پرویز مشرف کا یہ بیان بھی موجود ہے کہ ''پاکستان کو اسلحے کے بارے میں امریکی پیشکش قبول ہے''۔امریکی ٹیلی ویژن (News by Night) کے نشریئے میں سابق امریکن سفیر رابرٹ اوکلے کی زبان سے یہ خبر دی گئی کہ پاکستان اور امریکہ کے درمیان اتفاق ہو گیا ہے کہ دونوں ملکوں کے سیکورٹی اہلکار پاکستان کی تنصیبات کی مشترکہ نگرانی اور حفاظت کریں گے یہ کام ''امریکہ پاکستان لیزان'' نامی کمپنی کے سپرد کیا جائے گا۔

☆ 24 / فروری 2003ء کو اسرائیلی وزیر اعظم نے ریڈیو پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عراق کو غیر مسلح کرنے کے بعد پاکستان، ایران اور شام کو غیر مسلح کیا جائیگا کیونکہ ان ممالک کے خطرناک ہتھیار دنیا کو تباہ کر سکتے ہیں''

پاکستان پر حملے کے وقت کا تعین

☆ امریکی صحافی سیمور ہرش نے نیویارک ٹائمز میں اپنے آرٹیکل میں تحریر کیا ہے کہ اسرائیلی فوج کا ایک شعبہ Sykat Matkal ہے جہاں پر اسرائیلی منتخب کمانڈوز کو تربیت دی جاتی ہے۔۔۔'' کہ اگر پرویز مشرف کو کچھ ہو جائے۔۔۔تو یہ کمانڈوز پاکستان میں کیموفلاج طریقے سے اتر کر ایٹمی پروگرام کو منجمد کر دیں گے''

☆ 22 / جنوری 2005ء کو نامزد امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے امریکی سینٹ کی خارجہ کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ ''پاکستان کا ایٹمی پروگرام محفوظ ہاتھوں میں ہے اسے دہشت گردوں سے محفوظ رکھنے کیلئے جو کچھ امریکہ نے کیا اس کو ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔''

سابق امریکی صدارتی امیدوار جان کیری کے ایک سوال کے جواب میں نامزد امریکی وزیر خارجہ نے بتایا کہ ''پاکستان میں کسی اچانک تبدیلی کی صورت میں پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کے مین ہنگامی پلان تیار کرلیا گیا ہے''۔ پاکستان کے اندر اچانک تبدیلی یا واضح الفاظ میں جنرل پرویز مشرف کے منظر سے ہٹنے کے نتیجے میں پاکستان کے ایٹمی اثاثوں پر حملہ آور ہوکر انہیں تباہ کردینے کا آپشن یقینی طور پر کھلا ہے۔

امریکی ملٹری انٹیلی جنس کا ہنگامی بنیادوں پر سوچ بچار:

11-08-2007 کی خبر ہے (رپورٹ سی این این) مشرف اقتدار کے خاتمے کے بعد ایٹمی اثاثے غلط ہاتھوں میں جانے کا خدشہ ہے' انہیں محفوظ بنانے کیلئے امریکی ملٹری انٹیلی جنس کے تین اعلیٰ حکام نے پاکستان کی موجودہ صورتحال کا تجزیہ کرتے ہوئے آزادانہ تصدیق کی ہے کہ پاکستان میں صدر جنرل پرویز مشرف کی حکومت کے خاتمے کا خدشہ ہے۔ انکے اقتدار سے علیحدہ ہونے کے بعد امریکی انٹیلی جنس کے حکام نے اس امر پر ہنگامی بنیادوں پر سوچنا شروع کردیا ہے اور اس سوچ کا سب سے اہم پہلو یہی ہے کہ اقتدار کی تبدیلی کی صورت میں ایٹمی ہتھیاروں پر پاکستان کے کنٹرول کو کیسے یقینی بنایا جائے؟ پاکستان کے حکام اور کمانڈروں کی وفاداریاں کسی وقت بھی تبدیل ہونے کا امکان ہے:

دشمن کی طرف سے اس کے واضح عزائم کے باوجود آنکھیں بند کرلینا خودکشی کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا خدانخواستہ اس طرح 1971ء سے بھی بڑا المیہ رونما ہوسکتا ہے۔

اپنی صفیں درست کر لینے کیلئے چند اہم تجاویز:

۱۔ ایٹمی اثاثہ جات کا مکمل کنٹرول ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے سپرد کردیا جائے اور ان کو سابقہ پوزیشن پر بحال کردیا جائے۔ ان سے بہتر طور پر ایٹمی اثاثہ جات کی حفاظت کی توقع کی جاسکتی ہے۔

۲۔ ملک کی عسکری قیادت اس سنگین صورت حال سے عہدہ براء ہونے کیلئے فوری طور پر اپنی صفیں درست کرے اور پوری جزرسی کے ساتھ حالات کا تجزیہ کرکے ضروری اقدامات کا آغاز کردے۔

۳۔ ملک گیر سطح پر ایک دفاعی کانفرنس کا انعقاد ضروری ہے۔ جس میں سابق عسکری قیادت اور قومی سیاسی جماعتوں کے ذمہ داران ملکی دفاع کے بارے میں اپنی تجاویز دیں۔ تاکہ پوری قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اپنی افواج کی پشت پر کھڑی ہو اور عوام جذبہ جہاد سے سرشار ہوجائیں۔

۴۔ دشمن نے الٹی میٹم دے دیا ہے ہم اسوقت حالت جنگ میں ہیں لہذا یورپی ممالک کی سپانسرڈ NGO's کا نیٹ ورک توڑ دیا جائے جن کو امریکن سی آئی اے نے باہم مربوط اور منظم کرکے پاکستانی معاشرے میں فعال کررکھا ہے۔ یہ تنظیمیں ایک بہت بڑی طاقت ہیں جو کسی بھی نازک وقت میں پاکستان کے لئے مشکلات پیدا کرسکتی ہیں۔

۵۔ پاکستان میں F.B.I جیسی خطرناک تنظیم کی موجودگی کا افغانستان میں کرزئی حکومت قائم ہوجانے کے بعد

قطعاً کوئی جواز نہیں تھا۔ یہ تنظیم CIA کا آپریشنل شعبہ ہے جو دوسرے ملکوں میں امریکہ کی پسند کی سیاسی تبدیلیاں لانے کا کام کرتا ہے۔ حتیٰ کہ مختلف حکومتوں کا تختہ اُلٹنے کا کام بھی یہی ایجنسی انجام دیتی ہے اس وقت F.B.I پاکستانی حکمرانوں کی محافظ فورس کے طور پر پاکستانی انٹیلی جنس کے گائیڈ کی حیثیت سے کام کررہی ہے۔ یہ حکمرانوں پر منظم حملے کرتی اور پھر انہیں بچا کر صحیح سلامت نکالنے کا کریڈٹ بھی لیتی ہے' صدر پاکستان' وزیراعظم پاکستان اور وزیرداخلہ پر حملے اس فورس کی کارستانی ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات کیلئے فضا ہموار کرنا بھی اس نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ ورنہ پاکستانی معاشرے میں کسی قسم کے فرقہ وارانہ رجحانات موجود نہیں ہیں۔ خودکش حملے بھی اسی فورس نے بڑی محنت کے بعد ایک عرصہ کی جدوجہد کے ذریعے پاکستان میں متعارف کرائے ہیں۔ پہلے ہمارے معاشرے میں ان کا کوئی وجود نہیں تھا۔ F.B.I کی موجودگی میں پاکستان کے دفاع کو مضبوط اور مستحکم سمجھ لینا اپنے آپ کو خوفناک مغالطہ میں رکھنا ہے۔

۶۔ حاضر سروس فوجی جرنیلوں کے پاس جو سول محکموں کی ذمہ داریاں ہیں وہ ان سے فوراً واپس لی جائیں اور انہیں صرف عسکری ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے یکسو کردیا جائے۔

۷۔ قبائلی علاقوں میں آپریشن فوری طور پر بند کیا جائے اس کے بغیر ہمارا افغانستان کے ساتھ بارڈر خطرات سے دوچار رہے گا۔

۸۔ بلوچستان کے حالات کو نارملائز کرنے کے لئے فوری اقدامات کی ضرورت ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۵۹ سے: (مولانا سمیع الحق اور مولانا حسن جان شہیدؒ کا سفر زاہدان)

افضلیت کا معیار تقویٰ: سورۃ اخلاص کے تیسرے حصے میں یہ صفت بھی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مخلوق کے ساتھ کسی قسم کا رشتہ نہیں' باپ' بیٹا ہونے کا تعلق نہیں۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے برابر ہونے والا کوئی ہوسکتا ہے۔ اس صفت کریمہ پر غور کرتے ہوئے اگر آج کا مسلمان رشتوں ناموں پر فخر کرنے سے بچے اور اسلامی عقیدے پر افضلیت کو سمجھے اور صرف اخوت اسلامی پر نظر رکھیں' اور آپ ﷺ کے اس قول مبارک پر عمل کریں اور مصداق بنیں۔ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لاحمر علی الاسود الا بالتقویٰ و کلکم بنو آدم و آدم من تراب۔ عربی کو عجمی پر اور احمر کو سیاہ فام پر کوئی برتری حاصل نہیں مگر صرف تقویٰ سے اور یہ کہ سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ جبکہ قرآن کریم میں عام انسانوں کو ایک مرد و عورت سے پیدا کرنے کا ذکر کیا گیا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز بننے کا معیار تقویٰ بتلایا گیا ہے۔...... آج ہم مشرق و مغرب کے ہر خطہ کے مسلمانوں کیلئے ان پر پیش آمدہ مصائب کیوجہ سے غمزدہ اور پریشان ہیں۔ ہم مسلمانوں کے غم سے غمزدہ اور انکی خوشی پر خوش ہوتے ہیں اور آخر میں دعا کرتے ہیں تمام مسلمانوں کے توحید کاملہ اور انکے عمل کیلئے دعا گو ہیں اور دشمنوں کے مقابلے میں اِنکی کامیابی کیلئے دعا گو ہیں اللہ ہی قادر ہے اور توفیق و مدد کرنیوالا ہے

جناب اکرام اللہ شاہد
سابق ڈپٹی سپیکر سرحد اسمبلی

صوبہ سرحد میں نجی سودی قرضوں کے امتناع کا قانون

جمعیۃ علماء اسلام (س) کے ممبر صوبائی اسمبلی اکرام اللہ شاہد صاحب کا پیش کردہ بل

بڑے افسوس کی بات ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سود کو قوانین کے ذریعے تحفظ حاصل ہے اور ان قوانین کے خاتمے کے لئے جتنی کوششیں کی گئیں وہ سرمایہ دارانہ استحصالی نظام کے علمبرداروں کی سازشوں کی وجہ سے ناکام ہوگئیں۔ ۱۹۹۱ء میں وفاقی شرعی عدالت نے سود کو تحفظ دینے والے قوانین کو شریعت سے متصادم قرار دیتے ہوئے انہیں کالعدم قرار دیا تو وفاقی حکومت اس کے خلاف اپیل میں سپریم کورٹ گئی، جس نے دسمبر ۱۹۹۹ء میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو برقرار رکھا اور حکومت کو ان قوانین کے خاتمے کے لئے جون ۲۰۰۱ء تک کا وقت دیا۔ اس مدت کے اختتام پر حکومت نے مزید ایک سال کا وقت مانگا جو اسے دیا گیا اور پھر جون ۲۰۰۲ء میں یونائیٹڈ بینک کی جانب سے نظر ثانی کی درخواست پر فیصلہ سناتے ہوئے سپریم کورٹ نے نہ صرف اپنے پچھلے فیصلے کو معطل کر دیا، بلکہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو بھی معطل کرتے ہوئے کیس از سر نو وفاقی شرعی عدالت کے پاس بھیج دیا۔ تاحال اس کیس کی باقاعدہ سماعت شروع نہیں ہوسکی۔

طرفہ تماشا یہ ہے کہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں بینکوں کے علاوہ نجی سطح پر افراد کو بھی سود پر قرضے دینے کی اجازت تھی اور اس کو مغربی پاکستان پرائیویٹ منی لینڈرز آرڈی نینس ۱۹۶۰ء کے تحت تحفظ دیا گیا۔ مغربی پاکستان کے ون یونٹ کے اختتام پر یہ قانون چاروں صوبوں میں رائج رہا اور صوبہ سرحد میں اسے ''صوبہ سرحد پرائیویٹ منی لینڈرز آرڈی نینس ۱۹۶۰ء'' کا نام دیا گیا۔ جیسا کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے نجی سودی قرضوں نے غریب عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے، اور ان سودی قرضوں میں جکڑے ہوئے غریب اور بے بس لوگ اپنا سب کچھ لٹا کر بھی قرضہ ادا نہیں کر پاتے۔ بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں سے متعلق سودی قوانین کے خاتمے کے سلسلے میں یہ عذر پیش کیا جاتا رہا ہے کہ اس سلسلے میں بہت زیادہ کام کی ضرورت ہے اور متبادل راستے دریافت کرنے چاہئیں، نیز ابھی ان کا معاملہ عدالت میں زیر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ سعادت صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد میں جمعیت علمائے اسلام (سمیع الحق گروپ) کے تنہا رکن، سابق ڈپٹی اسپیکر جناب اکرام اللہ شاہد صاحب کو حاصل ہوئی کہ انہوں نے نجی سودی قرضوں پر پابندی اور اس فعل کے مرتکب کو سزا دینے کے لئے اکتوبر ۲۰۰۵ء میں ایک بل صوبائی اسمبلی میں پرائیویٹ ممبر بل کے طور پر پیش کیا۔ اس بل پر محکمہ قانون، محکمہ خزانہ اور محکمہ داخلہ نے تقریباً دو سال غور وخوض کیا اور بالآخر جناب اکرام اللہ شاہد کی طویل جدو جہد اور سخت محنت کے بعد یہ بل جون ۲۰۰۷ء میں اسمبلی میں پیش ہوا۔ ۲ جولائی ۲۰۰۷ء کو اس بل پر اسمبلی میں بحث ہوئی اور حزب اختلاف اور حزب اقتدار کے مختلف اراکین نے اس کی شقوں پر اظہار خیال کیا۔

اس سلسلے میں نہایت خوش آئند امر یہ ہے کہ یہ بل اسمبلی کے تمام اراکین کے اتفاق رائے سے منظور کیا گیا اور اس کی مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں پڑا۔ فالحمد للہ علی ذلک ! اس کے بعد یہ بل اسمبلی کے قواعد اور آئین کے تقاضوں کے مطابق گورنر صوبہ سرحد کو بھیجا گیا جنہوں نے ۳۱ جولائی ۲۰۰۷ء کو اس بل پر دستخط کر دیے۔ گورنر کے دستخطوں کے بعد اب یہ بل قانون بن گیا ہے۔ اس قانون کی چند اہم خصوصیات یہ ہیں:

اس قانون میں صراحتاً سودخوری کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ قرار دیا گیا ہے۔ پاکستان میں پہلی دفعہ کسی قانون کے متن میں یہ تصریح کی گئی ہے۔ اسی طرح پہلی دفعہ کسی قانون میں شریعت کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ''سود'' کی تعریف پیش کی گئی ہے، جو یوں ہے:

'' 'سود' کے مفہوم میں قرض کے طور پر دیے جانے والے اصل زر پر لیا جانے والا ہر طرح کا چھوٹا یا بڑا اضافہ شامل ہے، قطع نظر اس سے کہ قرض تجارتی غرض سے دیا گیا ہو یا کسی اور غرض سے، چاہے اس اضافے کو سود کے طور پر عائد یا وصول کیا جاتا ہو یا نہیں۔''

اس قانون کے تحت سود پر قرضے دینے کا جرم نا قابل ضمانت اور نا قابل صلح ہے، یعنی سود خور مقروض کو ڈرا دھمکا کر یا دیگر ذرائع سے صلح پر مجبور کرے تب بھی اس کی سزا معطل نہیں ہو سکے گی۔ اس قانون کے بعد سودی قرضے کا معاملہ سودخور اور مقروض کا نجی معاملہ نہیں رہا، بلکہ ریاست اور معاشرے کے خلاف جرم بن گیا ہے۔

اسی طرح مقروض چاہے خوف کی وجہ سے مقدمہ دائر نہ کر سکتا ہو، یا ایف آئی آر نہ کٹوا سکتا ہو، پولیس ازخود کاروائی کر کے سودخور کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کر سکتی ہے اور اس سلسلے میں اسے پہلے عدالت سے وارنٹ حاصل کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس قانون کے تحت سودخوری قابل دست اندازی پولیس جرم ہے۔

اس قانون کے تحت سودخوری کی سزا دس سال تک قید اور پانچ لاکھ روپے تک جرمانہ ہے۔ نیز اس قانون کو دیگر قوانین پر بالادست حیثیت بھی دی گئی ہے؛ چنانچہ اس قانون کے دیگر قوانین کے ساتھ تصادم کی صورت میں اسی قانون

کی دفعات پر عمل کیا جائے گا۔

وطن عزیز سے سود کی لعنت کے خاتمے کے لئے صحیح سمت میں پہلا قدم اٹھانے پر ہم جناب اکرام اللہ شاہد اور دیگر اراکین اسمبلی کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی قبول کرے اور ان کو جزائے خیر دے۔ آمین!

ذیل میں اس قانون کا متن قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

قانون کا متن

شمال مغربی سرحدی صوبہ نجی سودی قرضوں کے امتناع کا قانون مجریہ ۲۰۰۷ء

ہر گاہ کہ شریعت اسلامی نے قرضوں پر سود کی وصولی کو قطعی اور صریح الفاظ میں حرام قرار دیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ قرار دیا ہے۔

اور ہر گاہ کہ دستور پاکستان کے تحت ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اس قسم کے اقدامات اٹھائے جائیں کہ پاکستان کے مسلمان انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسلام کے بنیادی تصورات اور قواعد واصول کے تحت زندگی بسر کر سکیں اور وہ قرآن وسنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھنے کے قابل ہو سکیں۔

اور ہر گاہ کہ یہ قرین مصلحت ہے کہ صوبۂ سرحد میں نجی سطح پر سودی قرضے دیے جانے کے عمل کا سد باب کیا جائے اس لئے حسب ذیل قانون سازی کی جاتی ہے:

لہٰذا درج ذیل قانون کا نفاذ کیا جاتا ہے:

دفعہ ۱: مختصر عنوان، وسعت اور آغاز:

(۱) اس قانون کو ''شمال مغربی سرحدی صوبہ نجی سودی قرضوں کے امتناع کا قانون ۲۰۰۵ء'' کہا جائے گا۔

(۲) اس کا اطلاق پورے شمال مغربی سرحدی صوبے پر ہوگا۔

(۳) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

دفعہ ۲: تعریفات:

قانون ہذا میں جب تک کہ سیاق وسباق سے اس کے برعکس مستنبط نہ ہو، مندرجہ ذیل اصطلاحات کا وہ مفہوم ہوگا جو یہاں بیان کیا جاتا ہے، یعنی:

(۱) ''حکومت'' سے مراد شمال مغربی سرحدی صوبے کی حکومت ہے۔

(۲) ''صوبے'' سے مراد شمال مغربی سرحدی صوبہ ہے۔

(۳) ''مقرر کردہ'' سے مراد قانون ہذا کے تحت وضع کیے گئے قواعد ہیں۔

(۴) ''نجی سودی قرضے دینے والا'' وہ شخص ہے جو سود پر رقم قرض دیتا ہے، لیکن اس کے مفہوم میں وہ ادارے شامل نہیں ہیں جنہیں وفاقی یا صوبائی حکومت نے بطور بینک یا مالیاتی کارپوریشن یا کوآپریٹو سوسائٹی کے طور پر تشخص عطا کیا ہو۔

(۵) ''سود'' کے مفہوم میں قرض کے طور پر دیے جانے والے اصل زر پر لیا جانے والا ہر طرح کا چھوٹا یا بڑا اضافہ شامل ہے، قطع نظر اس سے کہ قرض تجارتی غرض سے دیا گیا ہو یا کسی اور غرض سے، چاہے اس اضافے کو سود کے طور پر عائد یا وصول کیا جاتا ہو یا نہیں۔

دفعہ ۳: نجی سودی قرضوں کی ممانعت

صوبے میں کسی شخص کو انفرادی یا اجتماعی طور پر نجی سودی قرضے دینے کی اجازت نہیں ہوگی۔

دفعہ ۴: جرم نا قابل ضمانت اور نا قابل صلح قانون ہذا کیخلاف ورزی نا قابل ضمانت اور نا قابل راضی نامہ جرم ہے

دفعہ ۵: قابل دست اندازئ پولیس جرم قانون ہذا کی دفعہ ۳ کی خلاف ورزی مجموعۂ ضابطۂ فوجداری مجریہ ۱۸۹۸ء (Act V of 1898) کی دفعہ ۴(۱)(f) کے مفہوم کے مطابق قابل دست اندازئ پولیس جرم ہے۔

دفعہ ۶: سزا دفعہ ۳ کی خلاف ورزی کے مرتکب شخص کو دس سال تک قید یا پانچ لاکھ روپے تک جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں سنائی جائیں گی۔

دفعہ ۷: قواعد قانون ہذا کے مقاصد کے حصول کے لئے حکومت قواعد وضع کر سکے گی۔

دفعہ ۸: تنسیخ شمال مغربی سرحدی صوبہ منی لنڈرز آرڈی نینس (W.P. XXIV of 1960) قانون ہذا کے ذریعے اس حد تک منسوخ کیا جاتا ہے جہاں تک وہ قانون ہذا کے ساتھ متصادم ہو۔

دفعہ ۹: بالاتر حیثیت رائج الوقت کسی بھی دوسرے قانون کے علی الرغم قانون ہذا کے مضامین نافذ العمل ہونگے۔

پیش کنندہ: اکرام اللہ شاہد ایم پی اے

سابق ڈپٹی سپیکر سرحد اسمبلی

خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔

ڈاکٹر أسماء بامیلا
ترجمہ: مسعود حسن حسنی ندوی

یورپ میں آزادی کا تصور

اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے سرفراز فرمایا' اسلام وہ مثالی دین ہے جس نے عورت کو پاکدامنی اور شرافت کی چادر میں ڈھانپ رکھا ہے' اور عورت کی حفاظت جس طرح بھی ممکن ہو سکتی ہے چاہے یہ نوخیزی کا وہ زمانہ ہو جس میں خواہشات اور شہوات و جذبات کا ایک طوفان بلاخیز سینہ میں موجزن ہوتا ہے' اور عورت تمام لوگوں کی خواہش ہوتی ہے' یا بڑھاپے کا زمانہ ہو جب ہر طرح کی خواہشات سے انسان خالی ہو جاتا ہے اسلام نے اس کی حفاظت کی ہے' اطمینان و سکون عطا کرنے کے ساتھ اس مثالی دین نے مجھے نفسیاتی و معاشرتی طور پر بھی محفوظ مقام عطا کیا' ان کلمات کا اظہار امریکی تعلیم کی ماہر ڈاکٹر اسماء بامیلا نے اخبار ''العالم الاسلامی'' کو اپنے اسلام قبول کرنے کے واقعہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا: اور انہوں نے ان اسباب پر بھی روشنی ڈالی جن کی وجہ سے انہوں نے اپنے خاندان اور معاشرہ کے چیلنج کا مقابلہ کیا اور مغربی و امریکی میڈیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بہت کچھ سننے اور دیکھنے کے باوجود انہوں نے اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا۔

<u>**کائنات کے راز:**</u> سب سے پہلے میں نے ڈاکٹر اسماء بامیلا سے یہ سوال کیا: آپ اسلام سے کیسے واقف ہوئیں؟ آپ دوسری امریکی عورتوں کی طرح اطمینان بخش زندگی گزار رہی تھیں' اور آپ کا یہاں سماجی اور نفسیاتی کوئی مسئلہ بھی نہیں تھا پھر کس چیز نے آپ کو اس دین کے قبول کرنے پر آمادہ کیا؟

اسلام سے واقف ہونے یا پھر نسلی دین کو چھوڑ کر کسی دوسرے دین کی تلاش و جستجو کیلئے کسی پریشانی میں مبتلا ہونا ضروری نہیں ہے' انسان جب بھی بہت زیادہ غور و فکر کرتا ہے تو صحیح فکر اس کی ایسے وصف کی طرف رہنمائی کرتی ہے جو اس کی زندگی میں اس کے لئے مثالی ثابت ہو۔ ہمارے اردگرد کائنات میں بہت سے ایسے مظاہر ہیں جو انسان کو بعض اسرار اور ان خفیہ طاقتوں کے بارے میں جو اس پر کنٹرول کر رہی ہیں اور اس کا نظام بہت تناسب کے ساتھ چلا رہی ہیں غور و فکر کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

انہی سب کے حصول کیلئے ایسا انسان جو عقل مند ہو' اپنے مذہب کے سلسلہ میں متعصب نہ ہو وہ تلاش و جستجو کرتا ہے' جہاں تک میرا تعلق ہے' میں بھی امریکی عورتوں کی طرح تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ تہذیب و ثقافت سے بھی آشنا ہوں' میرے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ غور و فکر کے دامن کو پکڑنے کے ساتھ تلاش و جستجو اور مطالعہ سے بھی میں

اپنے کو آراستہ کروں‘ اسی غور وفکر‘ تلاش و جستجو اور مطالعہ نے اسلام کے سلسلہ کی صحیح معلومات سے مجھے آشنا کیا۔ میں نے امریکہ میں پائی جانے والی بعض انگریزی کتابوں سے اسلام کے مطالعہ کا سلسلہ شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فیصلہ ہوا کہ میں امریکی شوہر سے علیحدگی اختیار کرلوں‘ جب میں نے مسلمان عورت کے حقوق کے بارے میں پڑھا اس وقت اسلام سے میری واقفیت بہت بڑھ گئی اور میں نے قاہرہ میں اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا‘ اور ایک مصری انجینئر سے جس کے ساتھ میں اس وقت مقیم ہوں شادی کرلی۔

مسلمان شوہر اور امریکی شوہر میں فرق کا علم مجھے شادی کے بعد ہوا‘ مسلمان شوہر جو اپنی بیوی کی حفاظت کی خاطر ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار ہوتا ہے اور ہر قسم کے انحراف اور گراوٹ کے وسائل سے اس کو محفوظ رکھتا ہے‘ جبکہ اس کے برعکس غیر مسلم شوہر اپنی بیوی سے بزنس کے اصول کے مطابق منافع کے تبادلہ کا معاملہ کرتا ہے۔

یورپ کے پروردہ شخص کی نظر میں شادی ایک ایسی شرکت ہے جو کہ مصالح اور منافع کے بدل پر انجام پذیر ہوتی ہے اور بیوی اس کی نظر میں محض ایک سامان کی حیثیت رکھتی ہے‘ اور وہ بھی خاندان کی آمدنی کا ایک ذریعہ ہے‘ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو اسلام میں شادی کا مقصد آپس میں محبت کرنا اور ایک دوسرے کیساتھ ہمدردی کرنا ہے‘ اور ایک دوسرا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے معاون بننے کیساتھ ساتھ آپس میں ایک دوسرے کیلئے ایثار وقربانی کا جذبہ رکھتے ہوں‘ یہی وجہ ہے کہ حمایت اور امن وسلامتی کے تمام وسائل بیوی کو اسلام میں حاصل ہوجاتے ہیں۔

سوال: امریکی شوہر سے آپ کو جو پریشانیاں لاحق تھیں کیا یہی آپ کے قبول اسلام کا سبب ہوئیں یا اس کے کچھ اور بھی اسباب تھے؟

جواب: امریکی شوہر سے مجھے جو پریشانیاں لاحق ہوئیں اور اس کا جو سخت تجربہ مجھ کو ہوا صرف وہی اسلام سے واقفیت حاصل کرنے کا بنیادی سبب نہیں ہوا‘ لیکن ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی صورت میں یہ بھی اسلام سے واقفیت حاصل کرنے کا سبب بنا۔

۱　امریکی اور مغربی عورت کا جہاں تک تعلق ہے تو اس کو نہ معاشرتی اطمینان حاصل ہے‘ اور نہ ہی نفسیاتی اعتبار سے وہ اپنے کو محفوظ سمجھتی ہے‘ کیونکہ وہ مادیت پرستی اور نفع اندوزی پر مبنی معاشرتی اور اقتصادی نظام کے تحت زندگی گزارتی ہے‘ یہ اصول زوجین کے پاک رشتے میں بھی کارفرما ہوتا ہے۔

دوسری جانب زوال پذیر اقدار کا ایسا سیل رواں ہے‘ جس نے پورے یورپی معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے‘ اور اس میں اکثر عورتوں کو قربانی کا بکرا بننا پڑتا ہے‘ اور عورت ہی کو تنہا اس کی قیمت چکانی پڑتی ہے‘ جب شوہر اپنی بیوی کی پوری طرح حفاظت کرنے سے عاجز رہتا ہے تو اس کی بیوی اپنی حفاظت کی خاطر کسی دوسرے شخص سے تعلق قائم کرلیتی ہے‘

لیکن اس کے شوہر کو نہ اس کی پرواہ ہوتی ہے اور وہ اپنی بیوی کو سمجھانے بجھانے کی کوشش بھی نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے مردانہ احساسات حرکت میں آتے ہیں' بلکہ وہ اس فعل کے جواز کے لئے عذر لنگ تلاش کر کے اپنے راحت و آرام کے لئے کسی ایسی عورت کو جو کسی دوسرے شخص کی بیوی ہوتی ہے' تلاش کر لیتا ہے۔

یہی وہ چیزیں ہیں جس کی وجہ سے یورپی عورت وہ حفظ وامان جو ایک مسلمان عورت محسوس کرتی ہے محسوس ہی نہیں کر سکتی' میں دونوں تجربوں سے گزر چکی ہوں' غیر مسلم عورت خاص طور پر مغربی معاشرہ میں جو کچھ محسوس کرتی ہے اور مسلمان عورت نفسیاتی اور معاشرتی اعتبار سے جو اطمینان وسکون اور حفظ وامان محسوس کرتی ہے' میں نے اسکے فرق کو نمایاں طور پر محسوس کیا ہے۔

سوال: امریکی اور مغربی معاشرہ میں مسلمان عورت کی جو تصویر کشی کی گئی ہے اور ذرائع ابلاغ اور ثقافتی حلقوں نے جس طرح مسلمان عورت کو پیش کیا ہے' آپ کی گفتگو اس سے الگ نوعیت کی معلوم ہوتی ہے' مغربی معاشرہ اور مغربی ذرائع ابلاغ جب یورپی عورت کے سلسلہ میں گفتگو کرتا ہے تو وہ یورپی عورت کو ایسی مثالی اور صاحب تقلید عورت کی شکل میں پیش کرتا ہے جو کہ آزادی اور اطمینان کی زندگی گزار رہی ہوتی ہے اور مسلمان عورت کو نہایت ہی پسماندہ طبقہ سے متعلق بنا کے پیش کیا جاتا ہے' آپ کے نزدیک اس کے کیا اسباب ہیں؟ اور ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: یہ ایک فطری بات ہے' یورپ میں لوگ اسلام کو آخری آسمانی دین نہیں مانتے ہیں' جب کہ ہم لوگ عیسائی مذہب کو مانتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام سے جنگ کرتے ہیں' امریکی اور مغربی ذرائع ابلاغ جو کچھ شائع کرتے ہیں وہ اس کے ذریعے اسلام کی شکل بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں' اس کا بڑا سبب ذرائع ابلاغ پر صہیونیوں کا قبضہ ہونا ہے' اور صہیونیوں کو اسلام سے موسوم ہر چیز سے سخت نفرت ہے' اور اسلام کے بارے میں ان کے دلوں میں کینہ ہی کینہ ہے' اور مغربی ذرائع ابلاغ' اور مغربی تعلیم یافتہ حلقے مسلمان عورت کی جو خراب تصویر پیش کرتے ہیں' حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

جہاں تک یورپی عورت کا تعلق ہے جب کہ میں کہہ چکی ہوں کہ اس کو متعدد قسم کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے' اس کو جوانی پھر اس کے بعد جسمانی اور نفسانی بڑھوتری کے مرحلہ میں اپنے خاندان میں آزادی کی غلط تطبیق کے نتیجہ میں مختلف قسم کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے' پھر اپنے اس شوہر کی طرف سے پریشانیوں کو جھیلنا پڑتا ہے جو بدمعاملگی کرتا ہے اور مارتا پیٹتا ہے' اور اس پر اکتفا نہیں کرتا ہے' جبکہ اس کی بیوی ایک عورت کی طرح اس کی خواہشات بھی پوری کرتی ہے' جس آزادی کی بات یورپ میں کی جاتی ہے وہ عریانیت کی اور ناجائز جنسی تعلقات کی آزادی ہے اور اس سماجی نظام میں جس میں ازدواجی زندگی میں عورت کی خیانت کا احترام کیا جاتا ہو' اور اس کے لئے پورے وسائل فراہم کئے جاتے ہوں سماجی استحکام کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

اور یہ عورت بچوں اور جوانوں کی نگاہوں میں نمونہ کیسے بن سکتی ہے۔ مغربی اور امریکی میڈیا اسلام اور اس میں عورت پر ظلم کے بارے میں جو خبریں بڑھا چڑھا کر پیش کرتا تھا اس نے مجھے بہت متاثر کیا تھا' اور ہمیشہ میں یہ سوال کرتی تھی کہ اگر اسلام کی یہی تصویر ہے تو عربی اور اسلامی ملکوں میں عورت کو ہم مغرب سے زیادہ مطمئن اور خوشحال کیوں محسوس کرتے ہیں' شوہر کے کسی دوسرے ملک چلے جانے یا اس سے الگ رہنے کی صورت میں عورت اس کی اولاد کی تربیت کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لے کر کیوں اپنی قربانی پیش کرتی ہے' اور کیا وجہ ہے کہ یورپی اور امریکی عورتوں کی بہ نسبت مسلمان عورتوں میں جرائم کی تعداد بہت کم ہے اور کیوں مسلمان عورت ذہنی اور نفسیاتی امراض کے ساتھ جوڑوں کے امراض کی بھی شکایت نہیں کرتی۔ جب کہ یہ امراض خطرناک حد تک امریکی اور یورپی معاشرہ میں بڑھ رہے ہیں' اس طرح کے سوالات میرے ذہن میں پیدا ہوتے رہتے تھے۔ اور میں عورت کے سلسلہ میں اسلامی ظلم کے پرپیگنڈہ کو سنتی رہتی تھی' اور جس وقت میں نے کینہ کا غیر جانبدارانہ اور موضوعی مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ مغرب میں اسلام پر کتنا ظلم کیا جارہا ہے اور صیہونی ذرائع ابلاغ اس کی شکل کو کتنا بگاڑ کر پیش کررہے ہیں۔

اسلام کو بگاڑ کر پیش کر کے لوگوں کو صحیح راستہ سے ہٹانا:

سوال: اسلام کو بگاڑنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے جو حربے ہیں جن کے بارے میں آپ گفتگو کررہی تھیں اس صورت حال میں مغربی یا امریکی عورت کس طرح صحیح اسلام تک رہنمائی حاصل کرسکتی ہے؟

جواب: اسلام کے خلاف یورپ کی جو سخت ظالمانہ پروپیگنڈہ مہم ہے' اس نے مغربی معاشرہ کو جتنا متاثر کیا ہے اسے ہمیں کم نہیں سمجھنا چاہیے' صحافتی ذرائع ہی کا اس پورے معاشرہ کی اکثریت کے دل و دماغ پر قبضہ ہے' خاص طور پر نوجوان نسل جن پر تہذیب وثقافت کے سدھارنے اور مطلوبہ معلومات کے حاصل کرنے میں اعتماد کیا جاتا ہے' وہ پوری طرح سے میڈیا (Media) کے چنگل میں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس ملک کے باشندوں کو اسلام کی صحیح صورت حال سے واقف کرانے کے سلسلہ میں پہلے سے پُرامید نہیں ہوا جاسکتا ہے' بلکہ یہ مشکل کام ہے جس کیلئے سخت محنت اور زبردست و پرتاثیر صحافتی وسائل پر قادر ہونا بھی ضروری ہے' اور ذرائع ابلاغ کے ایسے وسائل ہونے چاہئیں جو ہر قسم کی رکاوٹوں کو ختم کرنے اور یورپی و امریکی گھروں کے اندر داخل ہو کر اس کے رہنے والوں کیلئے اسلام کی حقیقی شکل پیش کرنے پر قادر ہوجائیں' مغربی معاشرہ کو اسلام کی طرف موڑنے میں جو چیز معاون ہوسکتی ہے الحمدللہ مسلمان اس پر قادر ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو دولت اور مادی وسائل عطا کر رکھے ہیں' وہ یہودیوں کو حاصل کردہ وسائل سے بہت زیادہ ہیں۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ زیادہ تر مسلمان سرمایہ دار اپنا سرمایہ دین کے دفاع میں نہیں لگاتے ہیں اور نہ ہی اپنے معاشرہ کی مصلحت کی خاطر سرمایہ داری کرتے ہیں۔

اسی طرح یورپی زبانوں میں اسلامی ثقافت کی کتابوں کی اشاعت کا انتظام ہونا چاہیے اور ان کتابوں کی تیاری کا کام کسی اعتدال پسند اسلامی تنظیم کی زیر نگرانی ہونا چاہیے' اور اگر یہ کام ان ملکوں میں رہنے والوں پر چھوڑ دیا گیا تو وہ اس کو انجام نہیں دے پائیں گے' اور نہ وہ صحیح اسلام کی ترجمانی کر سکیں گے' کیونکہ یورپ میں مسلمان ایک حالت میں نہیں ہیں۔ میں نے امریکہ میں شائع ہونے والی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ غلط ترجمانی کر رہی ہیں' وہ کتابیں اسلام سے دور کرنے والی ہیں' اگر میں پہلے سے اسلام سے پوری طرح واقف نہ ہوتی تو میں ان کتابوں کی وجہ سے اسلام ہی سے بدگمان ہو جاتی۔

مسلم خاتون کی صورت حال:

سوال: مصر اور بعض اسلامی ملکوں میں آپ کا قیام رہا' اس قیام کے دوران آپ نے مسلمان عورت کی جو حالت دیکھی اس پر آپ کیا تبصرہ کریں گی؟

جواب: اسلام قبول کرنے سے پہلے میرے ذہن میں مسلمان عورت کی تصویر یہ تھی کہ وہ نہایت ہی پسماندہ ہوتی ہے' خادمہ کی حیثیت سے شوہر کی خواہشات پوری کرنے اور گھر کے کام کرنے کے سوا زندگی میں اس کا اور کوئی کردار نہیں ہے اور یورپ میں لوگوں کے ذہنوں میں مسلمان عورت کی یہی تصویر ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ امریکی اور یورپی میڈیا نے مسلمان عورت کی یہی تصویر کشی کی ہے' میڈیا بعض ایسے متشدد علماء کی آراء کو نقل کرتا رہتا ہے جو عورت کو گھر میں قید رکھ کر ہر چیز کو حرام قرار دیتے ہیں حتیٰ کہ عورت کی آواز کو بھی حرام قرار دیتے ہیں' لیکن مصر میں رہنے اور بعض اسلامی ملکوں میں متعدد عورتوں سے ملاقات کرنے کے بعد میں نے بالکل اس کے برعکس صورت حال دیکھی' زندگی کے میدانوں میں مسلمان عورت کا بہت زیادہ عمل دخل ہے' اور مسلم ملکوں میں اس کو بڑے مرتبہ حاصل ہیں' اور عورتوں میں ماہرین فن بھی ہیں' اور بعض میدانوں میں ان کو مردوں پر سبقت حاصل ہے' مختلف امور میں اس کی رائے اور فکر کو اہمیت حاصل ہے' اور ایسے معاملات میں اس کی رائے شامل حال رہتی ہے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ مسلمان عورت کو تعلیمی میدان میں ابھی اور زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ مردوں کے مقابلہ میں تعلیم کا رجحان عورتوں میں کم ہے۔ اور یہ چیز مشارکت میں اثر انداز ہو رہی ہے۔

ملک کی ترقی میں عورت ایک مثبت پہلو رکھتی ہے' جس معاشرہ میں وہ زندگی گزارتی ہے اس میں شوہر سے تعلقات اور بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں بھی اس کا مثبت کردار ہی اثر ڈالتا ہے' اسی وجہ سے مسلمان عورت کی تعلیم کے سلسلہ میں بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے' چاہے یہ اہتمام گھر ہی پر ہو۔

عورت کے کام کے میدان:

سوال: مسلمان عورت کے کام کرنے کے سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا آپ ان علماء و مربین کی رائے

سے اتفاق کرتی ہیں جو عورت کے گھر کے وہ امور جو معاشرہ سے ناپید ہو چکے ہیں' کرنے کو کہتے ہیں؟

جواب: میں چھ سال سے مصر میں رہ رہی ہوں' مسلمان خاندان کی جو مشکلات ہیں ان سے بھی میرا واسطہ رہا ہے' اور شوہر و بیوی کے درمیان جو کچھ اختلافات کام کرنے کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے ان سے بھی میرا سابقہ رہا۔ (ان سب چیزوں کو سامنے رکھنے کے بعد) میں اس نتیجہ تک پہونچی ہوں کہ جس وقت ہم گھر کے اندر کے تمام معاملات عورت کے سپرد کرتے ہیں تو ہم بہت سے معاملات سے بے پرواہ' لاتعلق ہو جاتے ہیں۔

اور میں بعض ایسے خاندانوں کو جانتی ہوں جن کو باپ کے غائب رہنے اور باہر رہ کر کام کرنے کی وجہ سے بہت زیادہ اور پیچیدہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے گھر کی تمام ذمہ داریاں اپنی بیویوں پر چھوڑ رکھی ہیں اور بیوی گھر کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے باوجود بچوں کی پرورش کے لئے بھی اپنا وقت نکالتی ہے' لیکن بچوں کی حد سے بڑھی ہوئی شرارتوں کے سامنے وہ بے بس ہو جاتی ہے' یہی سب وجوہ ہیں کہ عورت باہر تو ناکام رہتی ہے گھر کی ذمہ داریوں کو بھی اچھے طریقے سے انجام نہیں دے پاتی ہے۔

سوال: تعلیم کو ترقی دینے کے جو وسائل ہیں' ان سے تو آپ باخبر ہیں ہی لیکن خاص طور پر تعلیم کے ابتدائی مراحل کے سلسلہ میں آپ کی جو واقفیت ہے اس کو سامنے رکھ کر ہمیں یہ بتائیں کہ مسلمان عورت کی صورت حال کو تعلیمی وثقافتی معیار کو باقی رکھتے ہوئے کس طرح ہم ترقی دے سکتے ہیں؟

جواب: عورت کا جہاں تک تعلق ہے تو علمی اور ثقافتی میدان میں اس کی حیثیت وہی ہے جو مردوں کی ہے کسی بھی علم کا اس سے چھپانا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے' مسلمان عورت کو تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ تہذیب وثقافت سے بھی آراستہ ہونا چاہیے اور جو میدان اس کی طبیعت کے موافق ہو اور اس کی نسوانیت سے میل کھاتے ہوں اسے اس میں بھی قدم رکھنا چاہیے۔ یہ اس کا حق ہے اور اس سے نوجوان عورت کی فکری صلاحیتوں میں اضافہ ہوگا' اور اس کی ذہن سازی بھی ہوگی اور اپنے مناسب میدانوں میں مہارت بھی حاصل کر سکے گی' اور معاشرہ کے لئے بھی مفید بنے گی۔

مسلمان عورت کے کام کرنے کے بہت سے میدان ہیں' عورت مربی بھی بن سکتی ہے اور معلم بننے کی بھی اس میں صلاحیت ہے' اور اس کے علاوہ ایک کامیاب داعیہ بننے کی بھی وہ پوری طرح اہل ہے' خاص طور پر عورتوں کے درمیان وہ داعیہ کا کردار زیادہ اچھے طریقے سے ادا کر سکتی ہے' اور اگر وہ عورتوں اور بچوں کے امراض میں مہارت حاصل کر لے تو ایک بہترین ڈاکٹر بن سکتی ہے' اور تجارت کے میدانوں میں عورتوں اور بچوں کے لباس کی تجارت میں بھی وہ اہم رول ادا کر سکتی ہے' عورت کی طبیعت کے موافق بہت سے کام ہیں' لیکن افسوس کہ کوئی تعلیمی اسکیم نہیں ہے' اس کی وجہ سے بہت سے اسلامی ملکوں میں ان میدانوں میں عورتوں کے درمیان کوئی کوشش نہیں پائی جاتی ہے' اسی وجہ سے مجھے مصر میں عورتوں کو مردوں کے کرنے والے کام کو کرتے دیکھ کر دکھ ہوا۔

پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر *

حضرت عثمان غنیؓ بطور نائب رسول اللہ ﷺ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو اہل ایمان کے لئے اپنا بڑا احسان فرمایا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنی تینتیس سالہ نبوت کی زندگی میں اپنے صحابہ کی ایک ایسی جماعت تیار فرمائی کہ جس کا ہر فرد اپنی جگہ منفرد تھا۔ آپ کے ساتھیوں میں ہر شخص نگینہ وموتی۔ یہ سب حضرات رسول اکرم ﷺ کے فرمان پر کٹ مرنے کو اپنی سعادت خیال کرتے تھے۔ اور آنحضرت ﷺ کی ذات پر اپنی جان نچھاور کردینا ان کی زندگی کا مقصد تھا۔

اگرچہ رسول اکرم ﷺ کے جملہ ساتھیوں میں ہر ایک اپنی منفرد شناخت رکھتا ہے۔ تاہم حضرت عثمان غنیؓ کو بعض ایسی سعادتیں حاصل ہیں جو صرف اور صرف انہی کا حصہ ہیں۔ کوئی دوسرا ان میں شریک نہیں۔ آپ داماد رسول ہیں۔ آپ کو شرف حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئیں۔

حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ حضرت عثمانؓ کو ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ عثمان ہم سب سے افضل ہیں۔ آپ نے دامادِ رسول کا وہ شرف حاصل کیا جو ابوبکر وعمر کو بھی نہ ملا۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ ان چودہ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے میں سبقت کی۔ آپ اس وقت ایمان لائے جبکہ آنحضرت ﷺ نے دار ارقم میں اپنی تبلیغی وتعلیمی سرگرمیاں شروع نہیں کی تھیں۔

اسلام لانے کے بعد کفار کا ظلم وستم بڑھا تو آپ اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کے بعد اپنے اہل خانہ سمیت ہجرت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت عثمانؓ کے مناقب کے سلسلہ میں بے شمار روایات ملتی ہیں جن سے آپ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے تاہم اس وقت ہمارا موضوع حضرت عثمانؓ کے بارے میں نیابت رسول اللہ کے حوالے سے ہے۔

* [illegible]

ہجرت کے بعد مسلمانوں کی اپنی چھوٹی سی ریاست قائم ہوئی۔ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو اقتدار ملا اور رسول اللہ ﷺ اس ریاست کے سربراہ بنے تو آپ کی ذمہ داریاں مزید بڑھ گئیں۔ آپ ایک طرف منصب نبوت پر فائز تھے تو دوسری طرف مدینہ کی ریاست کے سربراہ بھی تھے اس حوالے سے تبلیغ دین کے علاوہ آپ کو ملکی انتظام و انصرام اور ریاستی ذمہ داریاں نبھانا ہوتی تھیں۔ ان ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے آپ کو مدینہ منورہ سے باہر بھی جانا آنا ہوتا تھا۔ رئیس حکومت باہر جائے تو نائب کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جو عدم موجودگی میں امور حکومت سرانجام دے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی ریاستی امور کے سلسلے میں کہیں تشریف لے جانا ہوتا تھا تو آپ اپنے صحابہ میں سے کسی کا انتخاب فرماتے اور اس کے ذمہ کام سپرد کرتے تھے۔ بعض دفعہ ایسے بھی ہوتا کہ آپ کسی ریاستی معاملے میں خود تشریف نہ لے جاتے بلکہ اپنی جگہ کسی صحابی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیج دیتے تھے۔ اس طرح جن حضرات کو مختلف مواقع پر رسول اللہ ﷺ کی نیابت کی سعادت حاصل ہوئی ان سعادت مند ہستیوں میں ایک انتہائی معتبر نام حضرت عثمان غنیؓ کا بھی ہے۔ حضرت عثمانؓ کو مختلف مواقع پر رسول اکرم ﷺ کی نیابت کا شرف حاصل ہوا۔

نیابت کی دو اقسام ہیں:　　ایک نیابت انتظامی　　دوسری نیابت سفارتی

نیابت انتظامی وہ ہے جس میں کسی حاکم کی عدم موجودگی میں کوئی دوسرا شخص عارضی طور پر انتظامی امور سرانجام دیتا ہے۔ یعنی عارضی طور پر انتظامی معاملات کو پورا کرنے کی ذمہ داری نبھانا۔ نیابت سفارتی کا مطلب ہے کسی ذمہ دار شخص کی طرف سے کسی دوسرے ذمہ دار کی طرف اہم پیغام لیکر جانا یا کسی ادارے کی طرف سے سفارتی ذمہ داریاں پوری کرنا۔

حضرت عثمان غنیؓ کو رسول اکرم ﷺ کی طرف سے دونوں اقسام کی نیابت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

ہجرت مدینہ کو ابھی دو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ کفار مکہ نے مسلمانوں کی نوزائیدہ حکومت کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ۲ھ میں غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ حالانکہ مسلمان ابھی بے خانماں تھے اور مدینہ منورہ میں اپنی معیشت کو بحال کرنے کی فکر میں تھے۔ ان کے پاس کوئی در تھا نہ دروزاہ۔ نہ مکان نہ دوکان کہ ان پر اہل مکہ نے جنگ مسلط کر دی۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی دفاعی حکمت عملی تیار کی اور اپنی زندگی کی کل پونجی 313 صحابہ کرام کو لے کر میدان بدر پہنچے۔ بدر روانہ ہونے سے پہلے ضروری تھا کہ آپ مدینہ منورہ میں کسی کو اپنا نائب مقرر فرمائیں۔ چنانچہ آپ کی نظر انتخاب حضرت عثمان غنیؓ پر پڑی۔ آپ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ آپ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوں بلکہ مدینہ منورہ ہی میں قیام کریں اور عدم موجودگی میں سرکاری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوں۔

حضرت عثمانؓ نے اس حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے چونکہ حکم رسالت پر نیابت رسول کا فریضہ سرانجام دیا تھا اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے ان کو بدر کے مال غنیمت میں حصہ دار قرار دیا۔ اور درجہ کے اعتبار سے بھی ان کو بدری صحابی ٹھہرایا۔ اس طرح آپ کو نیابت رسول کا شرف بھی ملا۔ اور بدر میں شمولیت نہ کرنے کے باوجود بدری صحابی ہونے کا

سعادت بھی عطا ہوئی۔ غزوہ بدر کے بعد 2 ھ میں ایک اور ایسا واقعہ پیش آیا جسمیں رسول اللہ ﷺ کو مدینہ منورہ چھوڑ کر کچھ عرصہ کیلئے باہر جانا پڑا۔

ہجرت کے بعد مسلمان کچھ مطمئن تھے کہ شاید اب وہ کفار مکہ کی چیرہ دستیوں سے محفوظ زندگی بسر کر سکیں گے اور سکھ کا سانس لیں گے، لیکن غزوہ بدر سے یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ کفار مکہ مسلمانوں کے مستقل درپے آزار ہیں اور ان کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کی نوزائیدہ ریاست کو جس طرح ممکن ہو ختم کیا جائے۔ اس لئے رسول اکرم ﷺ مسلسل اہل مکہ کی منفی سرگرمیوں پر نظر رکھتے تھے۔ یہ 2 ھ کا واقعہ ہے کہ آپ کے علم میں یہ بات آئی کہ قبیلہ بنو ثعلبہ کے لوگ مسلمانوں کے خلاف اہل مکہ سے تعاون کرتے ہیں اور مسلمانوں کی خبریں ان تک پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے مناسب سمجھا کہ اس مار آستین کی سرکوبی کی جائے۔ چنانچہ آپ صحابہ کے ہمراہ ان کی بستی کی طرف روانہ ہوئے۔ اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ مدینہ منورہ میں آپ کی عدم موجودگی میں کون نیابت کے فرائض سرانجام دے۔ چنانچہ آپ کی نظر انتخاب حضرت عثمانؓ پر پڑی۔ آپ نے حضرت عثمان کو اس موقعہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا اور مدینہ منورہ کا انتظام والصرام آپ کے سپرد ہوا۔

غزوہ احد 3 ھ میں ہوا۔ اس غزوہ میں اگرچہ کفار مکہ شکست کھا کر واپس لوٹے تھے تاہم مسلمانوں کو بھی بعض وجوہات کے پیش نظر کافی زک اٹھانا پڑی اور کفار مکہ بھی کچھ حوصلہ مند ہو گئے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی مزید احتیاطی اقدام کئے۔ ابھی غزوہ خندق کی نوبت نہیں آئی تھی کہ آپ کو اطلاع ملی کہ مدینہ منورہ کے اطراف میں قبیلہ انمار اور بنو ثعلبہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کیلئے پرتول رہے ہیں اور انکے روابط اہل مکہ سے ہیں۔ اور مکہ والوں کے ساتھ ان کی ساز باز چل رہی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ برائی کو آغاز میں دبایا جانا ضروری ہے۔ تاکہ مزید پریشانی پیدا نہ ہو۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو تیاری کا حکم دیا اس موقعہ پر بھی آپ نے حضرت عثمانؓ کو ہی اپنا نائب مقرر فرمایا اور مدینہ منورہ کا انتظام والصرام آپکے سپرد کیا اور خود صحابہ کرامؓ کے ہمراہ چل کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ انمار اور ثعلبہ کے لوگوں کو اطلاع مل گئی اور وہ لوگ آپ کی آمد کی خبر سن کر پریشان ہوئے اور ارد گرد پہاڑوں میں جا چھپے اور لڑائی کی نوبت نہ آئی تاہم اس موقعہ پر حضرت عثمانؓ کو آپ کی نیابت کا شرف حاصل ہوا اور مدینہ منورہ میں نائب الرسول کی حیثیت سے انتظام کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

تاریخ اسلام میں بیعت رضوان کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ یہی واقعہ فتح مکہ کے حوالے سے سنگ میل ثابت ہوا۔ اس واقعہ میں حضرت عثمانؓ کو رسول اکرم ﷺ کی طرف سے نیابت سفارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر مقرر کیا۔ اور اہل مکہ کی طرف بھیجا کہ وہ وہاں جا کر یہ پیغام پہنچائیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد بغرض جنگ نہیں بلکہ بغرض ادائے عمرہ ہے۔ آپ یہ پیغام لے کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہاں جا کر رسول

اکرم ﷺ کی طرف سے حق نیابت ادا کیا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے اس نیابت سفارت کا حق کس طرح ادا کیا؟ آپ تقریباً چھ برس کے بعد مکہ مکرمہ آئے تھے اور عبادات طواف کے لئے طبیعت گداز تھی۔ اہل مکہ نے آپ کو پیشکش کی کہ آپ کو ہم اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ آپ طواف کعبہ کریں۔ بیت اللہ میں داخل ہوں، اپنی مرضی کے مطابق عبادت کریں، ہمیں کوئی تعرض نہیں۔

حضرت عثمانؓ نے یہ پیشکش سنی اور فرمایا کہ یہ پیشکش رسول اکرم ﷺ کے لئے بھی ہے؟ کفار کی طرف سے جواب ملا کہ نہیں۔ یہ پیشکش صرف آپ کیلئے ہے۔ حضرت عثمانؓ نیابت سفارت کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔ فوراً بولے کہ اگر یہ پیشکش صرف میرے لئے ہے تو پھر میں یہ پیشکش قبول کرنے کیلئے اس وقت تک تیار نہیں ہوں گا جب تک رسول اکرم ﷺ میرے ساتھ اس مقدس عمل میں شریک نہ ہوں۔ میں انکے ساتھ ہی طواف بیت اللہ کی سعادت حاصل کر سکتا ہوں۔ ان کے بغیر میں ایسا نہیں کر سکتا۔ آپ کا یہ جواب کفار مکہ کے لئے حیران کن تھا۔ لیکن آپ نے اپنے جواب اور عمل سے یہ بات واضح کر دی کہ حق نیابت کیا ہوتا ہے۔ اور یہ فرض کس طرح ادا کیا جاتا ہے۔ ادھر نبی کریم ﷺ کو بھی اس واقعہ کا علم ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ عثمانؓ کبھی ہمارے بغیر طواف کعبہ نہیں کر سکتے۔

اسی گفت وشنید میں حضرت عثمان غنیؓ کی واپسی میں تاخیر ہوگئی تو جانے کس طرح یہ خبر عام ہوگئی کہ شاید حضرت عثمانؓ سفیر رسول ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ اور دیگر صحابہ کو اس پر بڑا قلق اور رنج ہوا اور انہوں نے قصاص عثمانؓ کا فیصلہ کیا۔ اور رسول اکرم ﷺ نے تمام صحابہ سے بیعت لی، اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے۔

ترمذی کی روایت کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے بیعت لی تو اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے اور فرمایا یا الٰہی یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے جو تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری میں مکہ گیا ہوا ہے۔ گویا آپ نے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا اور اس طرح حضرت عثمانؓ کی نیابت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

حضرت عثمانؓ تیسرے خلیفہ راشد ہیں، گویا رسول اکرم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جن بزرگ شخصیتوں کو آپ کی جانشینی کی سعادت ملی ان میں ترتیب کے اعتبار سے حضرت عثمانؓ تیسرے ہیں۔ اور اس طرح نائب رسول کی حیثیت سے آپ نے بارہ برس نیابت رسول کے فرائض سرانجام دیئے۔ آپ کی حکومت کے آخری ایام میں اغیار کی طرف سے سازشیں چل نکلیں۔ جن کے نتیجہ میں حضرت عثمانؓ نیابت رسالت کا حق ادا کرتے ہوئے رتبہ شہادت پر فائز ہوگئے۔ اور جنت البقیع میں آسودہ خاک ہوئے۔

مولانا اشہد رفیق ندوی

شیخ احمد سرہندیؒ کے تجدیدی کارنامے

علماءِ عصرِ جدید کی نظر میں

شیخ احمد بن عبدالاحد زین العابدین سرہندیؒ (۹۷۱-۱۰۳۴ھ مطابق ۱۵۶۴-۱۶۲۴ء) مجدد الف ثانیؒ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یہ دراصل ان کا خطاب ہے جو اتنا مشہور ہوگیا کہ اصل نام تاریخ وتذکرہ کی کتابوں میں بہت ڈھونڈنے کے بعد ملتا ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو یہ خطاب عہدِ اکبری و عالم گیری میں ان کے انقلابی وتجدیدی کارناموں کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اس خطاب کے پسِ منظر میں سنن ابی داؤد کی ایک مشہور روایت ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے یہ پیشنگوئی فرمائی ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرے گا' جو اس کے لئے اس دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے"[۱] سنتِ الٰہی کے مطابق ہر زمانہ اور صدی میں مصلحین ومجددین پیدا ہوتے رہے' اور دین کو نیا اور تازہ کرتے رہے ہیں' مگر اسلام کی تقریباً چودہ سو سال کی تاریخ میں یہ خطاب صرف حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو حاصل ہوا اور خطاب کے لاحقہ الف ثانی کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ یہ پورے دوسرے ہزار یہ کے لئے مجدد بنائے گئے۔

شیخ سرہندیؒ کی ذات اور کارنامے اتنے عظیم ہیں کہ ہر دور کے علماء ومحققین انہیں موضوع بحث بناتے رہے ہیں۔ عصرِ جدید کے متعدد جلیل القدر علماء کرام نے بھی ان کے افکار وخیالات اور تجدیدی کارناموں کا گہرا مطالعہ کیا اور انہیں زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ ان میں مولانا ابوالکلام آزادؒ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ علامہ اقبالؒ مولانا منظور نعمانیؒ مولانا محمد عبدالشکور فاروقیؒ' مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ پیش نظر مقالہ میں انہی علماء ومحققین کی تحقیقات ونگارشات کے حوالہ سے حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے مقام ومرتبہ کا تعین اور اس بلند مقام تک پہنچنے کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

معاصر محقق ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری نے حضرت شیخ کے ایک مکتوب کے حوالہ سے اس حقیقت کو آشکار کیا ہے کہ "حضرت خود کو ایک ولی سے بڑھ کر ایک مجدد سمجھتے تھے' جو الف ثانی میں کارِ تجدید کے لئے اٹھائے گئے ہیں"[۲]

مولانا محمد عبدالشکور فاروقیؒ کو اس دعویٰ پر مکمل شرح صدر ہے' چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "حضرت کا مجدد الف

ہونا بھی ایک بڑی چیز ہے' آپ سے پہلے صدی کے مجدد ہوا کرتے تھے' الف کا مجدد کوئی نہیں ہوا۔ الف ثانی کا آغاز ہی نہ ہوا تھا اور الف اول میں خود ذات اقدس واطہر سید البشر علیہ السلام کی موجود تھی' آپ سے پہلے جس قدر مجدد صدیوں کے گزرے ہیں گوئی مجدد دین کے تمام شعبوں کا مجدد نہیں ہوا' بلکہ خاص شعبوں کے مجدد ہوتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ایک وقت میں متعدد مجدد نظر آتے ہیں' کوئی علم حدیث کا' کوئی فقہ کا' پھر اس میں بھی کوئی فقہ حنفی کا مجدد ہے' کوئی فقہ شافعی کا' کوئی علم کلام کا مجدد ہے اور کوئی سلوک واحسان کا' لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے لئے مخصص رکھی کہ آپ دین کے تمام شعبوں کے مجدد ہیں' جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ سے پہلے کے مجددؔ دین کو سید الانبیا علیہ السلام کی نیابت خاص خاص چیزوں میں حاصل تھی اور آپ کو تمام چیزوں میں نیابت تامہ حاصل ہے' آپ سے پہلے کے مجددوں کی خدمات کا اثر صرف ایک صدی کے لئے ہوتا تھا اور آپ کی مجددیت ایک ہزار سال کے لئے ہے''۔(۳)

مولانا ابوالکلام آزادؒ بھی شیخؒ سے بے حد متاثر ہیں۔ وہ ان کے تجدیدی کارناموں کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''شہنشاہ اکبر کے عہد کے اختتام اور عہدِ جہاں گیری کے اوائل میں کیا ہندوستان علماء و مشائخ حق سے بالکل خالی ہو گیا تھا! کیسے کیسے اکابر موجود تھے' لیکن مفاسد وقت کی اصلاح وتجدید کا معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا' صرف مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا وجودِ گرامی ہی تنِ تنہا اس کاروبار کا کفیل ہوا''۔ (۴)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس سے بھی زیادہ بلند آہنگ میں ان کے تجدیدی کارناموں کو سراہا ہے' تحریر فرماتے ہیں: ''ہندوستان کے مختلف گوشوں میں اس وقت بھی بہت سے حق پرست علماء اور سچے صوفیا موجود تھے' مگر ان کے درمیان وہ ایک اکیلا شخص تھا جو وقت کے ان فتنوں کی اصلاح اور شریعت محمدی کی حمایت کے لئے اٹھا اور جس نے شاہی قوت کے مقابلہ میں یکہ وتنہا احیاء دین کی جدوجہد کی''۔(۵)

مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے نسبتاً محتاط الفاظ میں یہی باتیں اس طرح کہی ہیں:

''امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ سے دین کی تجدید وحفاظت اور احیاء شریعت کا جو عظیم کام ہمارے اس ملک میں لیا وہ ابھی اسلام کی پوری تاریخ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے اور اسی وجہ سے ان کا لقب مجدد الف ثانی ایسا مشہور ہو گیا ہے کہ بہت سے لوگ ان کا نام بھی نہیں جانتے' صرف مجدد الف ثانی کے معروف لقب ہی سے ان کو پہچانتے ہیں''۔(۶)

<u>کارِ تجدید کیا ہے:</u> حضرت شیخ سرہندیؒ کے تجدیدی کارناموں کی تفصیلات بے شمار مقامات پر ملتی ہیں' مگر خود کارِ تجدید کیا ہے اور تجدیدی کارناموں کے پرکھنے کا معیار کیا ہے؟ اس موضوع پر ماخذ بالعموم خاموش ہیں۔ مولانا منظور نعمانیؒ نے اس سلسلے میں مختصر اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بہت شرح وبسط کے ساتھ اظہار خیال کیا ہے۔ مولانا نے اپنی کتاب ''تجدید واحیاء دین'' میں خاص طور سے اسی عقدہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ کارِ تجدید کی تعریف وہ

اس طرح بیان کرتے ہیں: ''دراصل تجدید کا کام یہ ہے کہ اسلام کو جاہلیت کے تمام اجزاء سے چھانٹ کر الگ کیا جائے' کسی نہ کسی حد تک اس کو اپنی خالص صورت میں پھر سے فروغ دینے کی کوشش کی جائے''۔(۷)

تجدیدی کارناموں اور مجدد کے معیار کو پرکھنے کے لئے انہوں نے کچھ اصول اور میدان کار متعین کئے ہیں اور انہیں بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہیں:

۱۔ اپنے ماحول کی تشخیص: یعنی حالات کا پورا جائزہ لے کر یہ سمجھنا کہ جاہلیت کہاں کہاں کس حد تک سرایت کر گئی ہے؟ کن کن راستوں سے آئی ہے؟ اس کی جڑیں کہاں کہاں اور کتنی پھیلی ہوئی ہیں؟ اور اسلام اس وقت ٹھیک کس حالت میں ہے؟

۲۔ اصلاح کی تجویزیں: یعنی یہ تعین کرنا کہ اس وقت کہاں ضرب لگائی جائے کہ جاہلیت کی گرفت ٹوٹے اور اسلام کو پھر اجتماعی زندگی پر گرفت کا موقع ملے؟

۳۔ خود اپنے حدود کا تعین: یعنی اپنے کو تول کر صحیح اندازہ لگانا کہ میں کتنی قوت رکھتا ہوں اور کس راستے سے اصلاح کرنے پر قادر ہوں؟

۴۔ ذہنی انقلاب کی کوشش: یعنی لوگوں کے خیالات کو بدلنا' عقائد و افکار اور اخلاقی نقطہ نظر کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا' نظام تعلیم و تربیت کی اصلاح اور علوم اسلامی کا احیاء کرنا اور فی الجملہ اسلامی ذہنیت کو از سرِ نو تازہ کر دینا۔

۵۔ علمی اصلاح کی کوشش: یعنی جاہلی رسوم کو مٹانا' اخلاق کا تزکیہ کرنا' اتباعِ شریعت کے جوش سے پھر لوگوں کو سرشار کر دینا اور ایسے افراد تیار کرنا جو اسلامی طرز کے لیڈر بن سکیں۔

۶۔ اجتہاد فی الدین: یعنی دین کے اصولِ کلیہ کو سمجھنا' اپنے وقت کے تمدنی حالات اور ارتقاء تمدن کی سمت کا اسلامی نقطہ نظر سے صحیح اندازہ لگانا اور یہ تعین کرنا کہ اصولِ شرع کے ماتحت تمدن کے پرانے متوارث نقشے میں کس طرح ردوبدل کیا جائے جس سے شریعت کی روح برقرار رہے۔ اس کے مقاصد پورے ہوں اور تمدن کے صحیح ارتقاء میں اسلام دنیا کی امامت کر سکے؟

۷۔ دفاعی جدوجہد: یعنی اسلام کو مٹانے اور دبانے والی سیاسی طاقت کا مقابلہ کرنا اور اس کے زور کو توڑ کر اسلام کے ابھرنے کا راستہ پیدا کرنا۔

۸۔ احیاء نظام اسلامی: یعنی جاہلیت کے ہاتھ سے اقتدار کی کنجی چھین لینا اور از سر نو حکومت کو عملاً اس نظام پر قائم کر دینا جسے صاحب شریعت علیہ السلام نے خلافت علی منہاج النبوۃ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

۹۔ عالمگیر انقلاب کی کوشش: یعنی صرف ایک ملک یا ان ممالک میں جہاں مسلمان پہلے سے موجود ہوں' اسلامی نظام کے قیام پر اکتفا نہ کرنا' بلکہ ایک ایسی طاقت اور عالمی تحریک برپا کرنا جس سے اسلام کی اصلاحی و انقلابی

دعوت عام انسانوں میں پھیل جائے' وہی تمام دنیا کی غالب تہذیب بنے' ساری دنیا کے نظام تمدن میں اسلامی طرز کا انقلاب برپا ہو اور عالم انسانی کی اخلاقی' فکری اور سیاسی امامت وریاست اسلام کے ہاتھ میں آجائے۔

ان شعبوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی تین مدات تو ایسی ہیں جو ہر اس شخص کیلئے ناگزیر ہیں جو تجدید کی خدمت انجام دے' لیکن باقی چھ مدیں ایسی ہیں جن کا جامع ہونا مجدد کیلئے شرط نہیں ہے۔ بلکہ جس نے ایک' دو' تین یا چار شعبوں میں کوئی نمایاں کارنامہ انجام دیا وہ بھی مجدد قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ اس قسم کا مجدد جزوی ہوگا ء کامل مجدد نہ ہوگا' کامل مجدد صرف وہ شخص ہوسکتا ہے جو ان تمام شعبوں میں پورا کام انجام دیکر وراثت کا حق ادا کرے۔ (۸)

<u>شیخ سرہندی کے تجدیدی کارنامے:</u> ان علماء و محققین نے شیخ کی خدمات جلیلہ کو صرف خراج عقیدت ہی پیش نہیں کیا ہے' بلکہ ان کا گہرائی سے تجزیہ بھی کیا ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے شیخ کی تجدیدی خدمات کو تین خانوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ انہوں نے ہندوستان میں حکومت کو بالکل ہی کفر کی گود میں جانے سے روکا اور اس فتنہ عظیم کے سیلاب کا منہ پھیرا جواب سے تین چار سو برس پہلے ہی اسلام کا نام ونشان مٹا دیتا۔

۲۔ تصوف کے چشمہ صافی کو ان آلائشوں سے' جو فلسفیانہ اور راہبانہ گمراہیوں کے سبب اس میں سرایت کرگئی تھی' پاک کرکے اسلام کا اصلی اور صحیح تصوف پیش کیا۔

۳۔ ان تمام رسوم جاہلیت کی شدید مخالفت کی جو اس وقت عوام میں پھیلی ہوئی تھیں اور سلسلہ بیعت وارشاد کے ذریعہ سے اتباع شریعت کی ایک ایسی تحریک پھیلائی جس کے ہزارہا تربیت یافتہ کارکنوں نے نہ صرف ہندوستان کے مختلف گوشوں میں' بلکہ وسط ایشیاء تک پہنچ کر عوام کے اخلاق وعقائد کی اصلاح کی کوشش کی''۔ (۹)

مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے بھی شیخ سرہندیؒ کے تجدیدی جہاد کے تین میدان متعین کئے ہیں۔ لکھتے ہیں:

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے ان فتنوں کے سرچشموں کو دریافت کیا تو دیکھا کہ اصولی طور پر صرف تین راستے ہیں جن سے گمراہیوں اور تباہیوں کے یہ سیلاب آرہے ہیں۔ ایک ارباب حکومت' جن کو حالات واتفاقات کی ایک خالص رفتار اور سیاسی مفاد کے ایک غلط تصور اور غلط توقعات نے ''اسلامیات'' سے بیگانہ اور رلا مذہبیت بلکہ ہندویت سے ناآشنا بنادیا۔ دوسرے وہ علماء سوء جن کا مطمع نظر صرف اچھی طرح دنیا کمانا' ارباب اقتدار اور امراء وقت کی خوشنودی اور رضاجوئی میں ساعی رہنا اور ان کی خاطر ہر منکر کو معروف بنادینا اور اپنی خواہشات نفس کی تکمیل کیلئے اسلام میں گنجائش پیدا کرنا ہے' تیسرے وہ گمراہ اور برخود غلط صوفی' جو شریعت کو ظاہر پرستوں کا کھلونا سمجھتے ہیں اور طریقت و حقیقت کے مقدس ناموں میں انہوں نے اپنی الگ دنیا بنا رکھی ہے' یہ تھے فتنوں کے تین چشمے' حضرت مجددؒ نے بس انہی کو قابو میں لانے اور ان کا رخ صحیح کرنے کے لئے اپنی پوری حکمت وقوت صرف فرمادی''۔ (۱۰)

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اس بحث کو ایک نئی جہت دی ہے' انہوں نے اپنے پیش رو علماء و محققین کی تحقیقات کا گہرائی سے تجزیہ کیا ہے' ان کا خیال ہے کہ حضرت کے تجدیدی کارناموں کا تجزیہ کرنے والوں نے انکے اصل تجدیدی کارنامے کی تعیین میں مختلف رائیں پیش کی ہیں۔ مختصراً انہیں تین خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ اس لئے مجدد الف ثانی کہلانے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ہندوستان کو اسلام کے لئے دوبارہ بازیاب کیا اور اس کو برہمنیت یا وحدتِ ادیان کی گود میں جانے سے بچا کر دوبارہ محمد عربی ﷺ اور دینِ حجازی کی تولیت و نگرانی میں دیا۔

دوسرے گروہ کے نزدیک ان کا اصلی تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے طریقت پر شریعت کی فوقیت و بالادستی کو ایسے پُر اعتماد' مبصرانہ و تجربہ کارانہ اور اس قوت و وضاحت کے ساتھ بیان کیا جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا اور اس سے طریقت کا شریعت کے تابع بلکہ خادم ہونا روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا۔

تیسرا گروہ وہ ہے جو ان کا اصل تجدیدی کارنامہ یہ سمجھتا ہے' انہوں نے وحدۃ الوجود کے عقیدہ و نظریہ پر وہ کاری ضرب لگائی جو اس سے پہلے کسی نے نہیں لگائی تھی اور پھر اس کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیا'' (۱۱)

ان گروہوں کا تجزیہ کرنے کے بعد مولانا ندویؒ نے ان کے تمام تجدیدی کارناموں کا ایک مرکزی نکتہ تلاش کیا ہے' اور اسی کے اندر تمام کارنام،ں کو سمو دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''حقیقت میں ان کا اصل کارنامہ جس کے جلو میں ان کے سارے تجدیدی کارنامے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور ان کی تجدید کا اصل سرچشمہ جس سے ان کے تمام انقلابی و اصلاحی کاموں کے چشمے پھوٹتے ہیں اور دریا بن کر سارے عالمِ اسلام میں رواں دواں ہو جاتے ہیں' وہ نبوتِ محمدی اور اس کی ابدیت و ضرورت پر امت کا اعتماد بحال کرنے اور مستحکم کرنے کا وہ تجدیدی و انقلابی کارنامہ ہے جو ان سے پہلے اس تفصیل و وضاحت و قوت کے ساتھ ہمارے علم میں کسی مجدد نے انجام نہیں دیا۔

اس تجدیدی اقدام سے ان تمام فتنوں کا سدباب ہوتا ہے جو اس وقت عالمِ اسلام میں منہ پھیلائے ہوئے اسلام کے شجرۂ طیبہ اور اس کے پورے اعتقادی' فکری اور روحانی نظام کو نگل لینے کے لئے تیار تھے۔ ان میں ایران کی وہ نقطوی تحریک اور اس کے پیرو بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے نبوتِ محمدی اور اس کے بقاء و دوام کے خلاف کھلے طریقہ پر علم بغاوت بلند کیا تھا۔ ان فتنوں میں اکبر کا دینِ الٰہی اور آئینِ جدید بھی شامل ہے جو ہندوستان میں نبوت و شریعت محمدی کی جگہ لینے اور اس کا بدل بننے کا مدعی تھا۔ اس سلسلے میں وحدۃ الوجود کا فلسفہ بھی آتا ہے' جو اپنے داعیوں اور علمبرداروں کے بقول کشفی حقائق پر مبنی تھا۔ اسی ضمن میں فرقہ امامیہ کا گروہ بھی آتا ہے جس کے اساسی عقائد میں امامت کا عقیدہ بھی ہے۔

اسی طرح انہوں نے نبوت محمدی پر ایمان واعتماد کی تجدید کی شاہ کلید سے وہ سارے بھاری پیچیدہ قفل کھول دیئے جو یونانی اور ایرانی فلسفہ اور مصری وہندوستانی اشراقیت نے ایجاد کئے تھے۔ ایک تیر سے ان سب فتنوں کا شکار کیا جن کا مسلمانوں کا ذہین طبقہ نشانہ بنا ہوا تھا" (۱۲)

طریقہ تجدید: ہر مجدد نے اپنے عہد کے حالات اور ضروریات کے لحاظ سے اپنا الگ طریقہ کار متعین کیا اور کارہائے تجدید وانقلاب انجام دیئے۔ حضرت شیخ سرہندیؒ نے بادشاہِ وقت، امراء پُر جلال، بڑے بڑے علماء وصوفیا کے ذہن وفکر کا رخ موڑ دیا اور اس کیلئے نہ کوئی تنظیم بنائی، نہ جہاد کا اعلان کیا، نہ ہی کوئی عوامی مہم چلائی، بلکہ نہایت خاموشی کیساتھ ایمان واخلاص کے بل بوتے پر مومنانہ حکمت وفراست سے مختلف محاذوں پر انقلابی تدابیر کرتے رہے اور مختصر عرصہ میں کایا پلٹ دی۔

حضرت مجددؒ کی جدوجہد تین مختلف محاذوں پر تین مختلف طریقوں سے جاری تھی۔

۱۔ خطوط نویسی　۲۔ تصنیف وتالیف　۳۔ حلقہ ارشاد وتربیت

۱۔ **خطوط نویسی:** اس عظیم انقلابی مہم کو سر کرنے کے لئے حضرت مجددؒ نے جو سب سے اہم وسیلہ اختیار کیا وہ خطوط نویسی ہے، انہوں نے امراء وارا کین سلطنت، علماء وصوفیا اور اپنے ارادت مندان کو انفرادی خطوط کے ذریعہ توجہ دلائی اور بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ "صفحہ قرطاس پر اپنے دل کے ٹکڑے اتار کر رکھ دیئے" یہ خطوط اپنے درد واخلاص، جوش وتاثیر، زورِ قلم اور قوتِ انشاء کے لحاظ سے ان خطوط ومکاتب کے ذخیرے میں جو دنیا کی کسی زبان میں اور کسی دینی واصلاحی تحریک کی تاریخ میں سپرد قلم کئے گئے ہیں، خاص امتیاز رکھتے ہیں اور سینکڑوں برس گزر جانے کے بعد آج بھی ان میں اثر ودل آویزی پائی جاتی ہے۔ حقیقت میں یہی خطوط مجدد صاحب کی دعوت وتبلیغ کے قاصد، ان کے زخمی دل کے صحیح ترجمان، ان کے قطراتِ اشک اور لخت ہائے جگر ہیں اور دسویں صدی میں ہندوستان کی عظیم سلطنت مغلیہ میں جو عظیم انقلاب رونما ہوا، اس میں ان کا بنیادی حصہ اور سب سے بڑا دخل ہے"۔ (۱۳)

ان بابرکت خطوط نے بہت کم عرصہ میں بڑے بڑے امراء اور صوفیا کے قلوب کو مسخر کر لیا جو شاید ہزاروں تلواریں ٹوٹنے کے بعد بھی رام نہ ہوتے۔

۲۔ **علمی وتحقیقی رسائل:** حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے مختلف اہم موضوعات پر کتابیں اور رسالے بھی تصنیف فرمائے جو ان کی اس تجدیدی مہم میں نسخہ کیمیا ثابت ہوئے۔ انکی یہ تحریریں بے حد مقبول ہوئیں اور ان کی سینکڑوں نقلیں تیار کی گئیں۔ پریس آجانے کے بعد ان کتابوں کے متعدد زبانوں میں ترجمے ہوئے اور شروح وحواشی لکھے گئے۔

ان کتابوں اور رسائل نے بھی ان کی انقلابی کاوشوں میں چار چاند لگائے، خاص طور سے رسالہ اثبات

النبوۃ،(۱۴) رسالہ درردِّ روافض (۱۵) اور المبداء والمعاد (۱۶) نے شیخ کی آراء کو مدلل کرنے اور مخاطب کو قائل کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔(۱۷)

۳۔ شاگردان وعقیدت مندان اور خلفاء کبار: انفرادی خطوط ورسائل ایک طرف بڑے بڑے سلاطین، امراء اور علماء کے قلوب فتح کرتے رہے تو دوسری طرف شاگردان وارادت مندان بھی جوق درجوق آپ کے حلقہ میں شامل ہو کر اس کارِ خیر کو آگے بڑھانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ان کی اس خاموش جدوجہد میں دنیا کے مختلف علاقوں کے ہزاروں افراد نے آپ سے تربیت لی اور ان کے ذریعے اس مشن کو آگے بڑھایا۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے بقول "ان کے ناموں اور کارناموں کا استقصاء دشوار ہی نہیں، تقریباً ناممکن ہے۔ ان کی تعداد کئی ہزار بتائی جاتی ہے اور وہ تمام دنیا میں منتشر اور سرگرم عمل رہے"(۱۸) تاہم اس بات پر تمام مورخین ومحققین متفق ہیں کہ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے کارنامے ان ہی خلفاء واصحاب کی کاوشوں کی وجہ سے ساری دنیا میں پھیلے اور دیرپا ثابت ہو سکے۔

کارِ تجدید کی تعریف اور حضرت شیخ سرہندی کے تجدیدی کارناموں کا تذکرہ اوپر تفصیل سے آیا ہے۔ اگر مولانا مودودیؒ کے مقرر کردہ معیار کو کسوٹی مان لیا جائے اور اس پر حضرت شیخ احمد سرہندی کے ان تجدیدی وانقلابی کارناموں کو پرکھا جائے تو ان کی خدمات کی تمام تر عظمتوں کے اعتراف کے باوجود ان کے سلسلے میں علماء کا یہ خیال مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجددِ کامل تھے، انہیں آنحضرت ﷺ کی نیابت تامہ حاصل تھی، وہ پورے دوسرے ہزاریہ کیلئے مجدد بنائے گئے تھے۔ الحمدللہ اسلام کی روشن تاریخ کے ہر دور میں ایسی متعدد جلیل القدر ہستیاں وجود میں آتی رہی ہیں، جنہوں نے اپنے دور کے حالات وضروریات کے لحاظ سے اس سے بھی زیادہ عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ، امام غزالیؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ وغیرہ نے بھی بے شمار انقلابی وتجدیدی کارنامے انجام دیئے، مگر انہیں مجدد کامل تو دور کی بات، مجدد کا بھی خطاب حاصل نہ ہو سکا۔ اس طرح کے مبالغہ آمیز خیالات سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ دعوت وتبلیغ اور کارِ تجدید کے لئے جو کاوشیں حضرت شیخ سرہندیؒ کے ذریعہ ہوئیں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئیں اور ان کے اثرات ایک ہزار برس تک رہیں گے، اس لئے مزید کدوکاوش کی ضرورت نہیں۔ حضرت شیخ سرہندیؒ کی خدمات ہی عالم اسلام پر بیسویں صدی ہجری تک اثر پذیر رہوں گی۔

اسی طرح مولانا فاروقیؒ، مولانا آزادؒ علامہ اقبالؒ اور مولانا مودودیؒ وغیرہ کے یہ بیانات بھی تحقیق طلب ہیں کہ "ان کے تمام معاصر علماء وصوفیاء ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے"(۱۹)

اور حضرت شیخ سرہندیؒ نے یکہ وتنہا الحاد اکبری کا قلع قمع کیا، وہ ہند میں سرمایہ ملت کے اکیلے نگہبان تھے" ان کے معاصرین میں متعدد جلیل القدر علماء ومحدثین موجود تھے، جو انہی کی طرح اصلاح وتجدید کے مشن میں لگے ہوئے تھے

اوران کے بعد بھی متعدد جلیل القدر ہستیاں وجود میں آئیں۔ اس طرح کے بیانات سے ممدوح کی اہمیت تو کچھ ضرور بڑھ جاتی ہے' مگر ساتھ ہی معاصرین کے کارناموں کی تنقیص لازم آتی ہیں۔ اسی لئے شیخ محمد اکرام نے ایسے عقیدت مندوں کو سخت تنبیہ کی ہے اور معاصرین کے کارناموں کو اجاگر کیا ہے اوران کی قدر پہچاننے کی تلقین کی ہے۔[۲۰]

حواشی و مراجع

۱۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ان اللہ یبعث لھذا الأمۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ سنن ابی داؤد' کتاب الملاحم' باب مایذکر فی قرن المائۃ۔

۲۔ محمد عبدالحق انصاری' تصوف اور شریعت' مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۲۰۰۱' ص ۳۹

۳۔ محمد منظور نعمانی' تذکرہ مجدد الف ثانی' مقالہ مولانا محمد عبدالشکور فاروقی بعنوان ''امام ربانی'' ناشر الفرقان بک ڈپو لکھنؤ' طبع ہشتم' ۱۹۹۸ء ص ۲۸۲

۴۔ مولانا ابوالکلام آزاد' تذکرہ (مرتبہ فضل الدین احمد مرزا) انارکلی کتابیات' لاہور' بدون تاریخ' ص ۲۶۴

۵۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی' تجدید واحیاء دین' مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۲۰۰۲ء ص ۸۱

۶۔ تذکرہ مجدد الف ثانی' ص ۲۳ ۷۔ تجدید واحیاء دین' ص ۴۳ ۸۔ حوالہ مذکور' ص ۴۵۔۴۶

۹۔ حوالہ مذکور' ص ۸۱۔۸۲ ۱۰۔ تذکرہ مجدد الف ثانی' ص ۱۴۳

۱۱۔ سید ابوالحسن علی ندوی' تاریخ دعوت وعزیمت' مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ' بار اول ۱۹۸۰ء ۴/۱۸۷۔۱۸۸

۱۲۔ حوالہ مذکور' ۴/۱۹۰۔۱۹۲ (ملخصاً) ۱۳۔ حوالہ مذکور' ۴/۳۰۳

۱۴۔ شیخ احمد سرہندی' اثبات النبوۃ' اردو ترجمہ غلام مصطفیٰ خاں' ادارہ مجددیہ کراچی' ۱۹۶۳

۱۵۔ شیخ احمد سرہندی' رسالہ درردروافض' ادارہ سیدیہ مجددیہ' لاہور' ۱۹۶۴ء

۱۶۔ شیخ احمد سرہندی' المبدأ والمعاد' مطبع انصاری' دہلی ۱۸۸۹ء

۱۷۔ شیخ سرہندی کی تصانیف' خطوط اوران کے بارے میں مختلف زبانوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی تفصیلات جاننے کے لئے رجوع کیجئے:

A selected Bibliography on Shaikh Ahmad Sirhindi, Kabir Ahmed Khan, Muslim World book Review, U.K Vol.12,No. 2. winter 1992, pp65-70

۱۸۔ تاریخ دعوت وعزیمت' ۴/۳۵۵ ۱۹۔ تجدید واحیاء دین' ص ۴۶ ۲۰۔ رودکوثر' ص ۲۳۸

دار العلوم زاہدان کا تعارف:

حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

(قسط نمبر ۱۲)

مولانا سمیع الحق اور مولانا حسن جان شہیدؒ کا سفر زاہدان

''مظلوم شہید مولانا حسن جانؒ کی زاہدان اور تہران میں دو تقاریر''

زاہدان روانگی واستقبال: اتوار ۹ مئی ۲۰۰۴ء کو ہم طے شدہ پروگرام کے مطابق مولانا عبدالحمید مدظلہ کی دعوت پر زاہدان روانہ ہوئے۔ تہران سے بذریعہ جہاز جانا ہوا۔ مولانا عبدالحمید جو تہران کانفرنس میں شرکت کے لئے پہلے سے یہیں موجود تھے' وہ بھی ہمارے ساتھ اکٹھے اسی فلائٹ میں تھے۔ ڈیڑھ گھنٹے کے ہوائی سفر کے بعد پونے بارہ بجے ہم صوبہ بلوچستان کے مرکزی شہر زاہدان پہنچے۔ ایئرپورٹ پر زاہدان اور گردونواح کے سینکڑوں سنی اور شیعہ علماء کرام مولانا سمیع الحق اور شیخ الحدیث مولانا حسن جانؒ کے استقبال کیلئے پہلے سے دورویہ قطاروں میں کھڑے خوش آمدی اور ترحیبی کلمات کہنے میں مصروف نظر آئے۔

حوزہ علمیہ زاہدان میں: پرتپاک والہانہ استقبال مصافحوں اور معانقوں سے فراغت کے بعد ہمیں گاڑیوں کے ایک قافلہ میں حوزہ علمیہ زاہدان کی طرف روانہ کیا گیا۔ زاہدان کی سڑکوں اور تعمیرات وغیرہ سے اندازہ ہوا کہ یہ ایران کے دیگر ترقی یافتہ شہروں سے کافی پیچھے ہے۔ آدھ گھنٹے کے بعد ہم اپنی منزل مقصود پہنچ آئے۔ مدرسہ کی بیرونی گلی سے لے کر دفتر تک تمام طلباء منظم انداز میں دورویہ قطاروں میں کھڑے استقبال کیلئے گرمجوشی سے نعرہائے تکبیر اور زندہ باد کے نعرے لگانے میں مصروف عقیدت ومحبت کے جذبات پیش کرر ہے تھے۔

علماء کرام سے ملاقاتیں: ہمیں سب سے پہلے یہاں دفتر مدیریت لے جایا گیا۔ جہاں مختلف علماء کرام سے ملاقات ہوئی۔ ان میں مولانا یار محمد تلمیذ خاص مولانا مفتی محمود' مولانا احمد منتظم مدرسہ' مولانا محمد گل مہتمم مخزن العلوم' مولانا مفتی محمد قاسم' استاذ تخصص وافتاء' مولانا نعمت اللہ استاذ تفسیر ومدیر مدرسہ حمادیہ' مولانا محمد عثمان مہتمم مدرسہ خاش' مولانا عبدالرحمٰن تلمذ مولانا بنوریؒ آف قلعہ گان اور دیگر علماء جن کے نام نوٹ نہ کئے جاسکے' شامل تھے۔ یہاں جو گفتگو ہوئی اس کی ایک جھلک پیش خدمت ہے: مولانا یار محمد نے کہا کہ ایران میں شیعہ سنی تعصب نہیں پایا جاتا۔ مولانا سمیع الحق نے مدرسہ کی صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مولانا عبدالعزیزؒ کی وفات کے بعد کافی ترقی اور مزید برکات کا ظہور ہوا ہے۔ جس کے جواب میں مولانا عبدالحمید نے کہا کہ ان کی خواہش تھی کہ مدرسہ کی ترقی ان کی وفات کے قریب

ظہور شروع ہو۔ وفات سے قبل ان کی حالت یہ تھی کہ کثرت سے روتے تھے۔ اور وہ دعائیں رنگ لانے لگیں۔

دارالعلوم حقانیہ کے قیام کا پس منظر: مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہمارے ہاں بھی اللہ تعالیٰ نے چھوٹے سے گاؤں میں اصلها ثابت وفرعها في السماء کے مصداق مدرسہ کو کافی ترقی سے نوازا۔ حضرت مولانا عبدالحقؒ کا مولانا عبدالعزیزؒ کے ساتھ کافی ربط و تعلق رہا ہے۔ مولانا عبدالحقؒ دارالعلوم دیوبند میں تقسیم سے قبل استاد تھے ممکن ہے مولانا عبدالعزیزؒ نے وہاں ان سے پڑھا بھی ہو۔ تقسیم کے بعد مولانا عبدالحقؒ دیوبند کے اساتذہ کے اصرار کے باوجود نہ جاسکے۔ ایک تو حالات خراب تھے' دوسری طرف انکے والد نہ جانے پر مُصر تھے۔ تدبیر الٰہی یہی تھی کہ یہاں پاکستان میں افغانستان کی سرحد پر ایک چھاؤنی بنے۔ ابتداء میں مدرسہ کے نام و شہرت کا کوئی خاص خیال بھی نہیں تھا۔ اسی طرح توکلا علی اللہ غیر اختیاری۔ والد محترم نے ہندوستان نہ جاسکنے والے طلباء کو اپنے گھر کے متصل مسجد میں ایک شہتوت کے درخت کے نیچے درس دینا شروع کیا۔ تمام کتب تن تنہا پڑھاتے تھے۔ چھ مہینے کے بعد کسی طالب علم نے یا نہ معلوم کس نے ایک دیوار پر دارالعلوم حقانی لکھ دیا۔ اور پھر اس کی تصحیح دارالعلوم حقانیہ کیساتھ کی گئی۔ دارالعلوم دیوبند کے بعض دیگر اساتذہ بھی تقسیم کے بعد نہ جاسکے۔ جن میں مولانا ادریس کاندھلویؒ بھی شامل تھے۔ مولانا یار محمد نے مولانا عبدالحمید کے بارے میں کہا کہ اللہ نے ان کو استعداد سے نوازا ہے' فراغت کے بعد اس مدرسہ کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالعزیز کا نعم البدل ٹھہرایا۔ جس پر مولانا عبدالحمید نے کہا کہ یہ ان علماء کا حسن ظن ہے۔

زاہدان' مولانا عبدالعزیزؒ اور دارالعلوم زاہدان کا تعارف: مفتی قاسم نے زاہدان اور مدرسہ کا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ اس شہر کی آبادی دو ملین ہے جس میں اکثریتی آبادی بلوچ اہل سنت قومیت کی ہے۔ ۷۰ برس قبل اس کا نام دوزداب تھا' تذکرہ سیر افغانستان میں سید سلیمان ندوی نے اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ مولانا عبدالعزیز جو مفتی کفایت اللہؒ کے خاص شاگرد اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ و حکیم الامت قاری محمد طیبؒ کے خلیفہ مجاز تھے' نے جامعہ امینیہ دہلی سے فراغت پانے کے بعد یہاں ۳۲ برس قبل اس مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ وہ خود سرباز کے علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا عبدالعزیزؒ کی وفات کے بعد مولانا عبدالحمید اس کے نگران و مسؤل ٹھہرے جوان کے داماد بھی ہیں۔ اس وقت مدرسے میں ایک ہزار طلباء زیر تعلیم ہیں جن میں دورۂ حدیث کے ۷۰ طلباء ہیں' درس نظامی کے علاوہ تخصص فی الفقہ' دارالافتاء اور دارالتصنیف کے شعبہ جات بھی ہیں۔ مولانا مفتی خدانظر یہاں کے مفتی ہیں جن کا فتاویٰ محمود الفتاوی کے نام سے چھپا ہے۔ اس مدرسہ کی اور بھی مختلف شاخیں ہیں۔ یہاں بھی پاکستان کی طرز پر مدارس کا ایک وفاق ''اتحاد المدارس العربیہ'' بنایا گیا ہے۔ اس کا مرکزی دفتر یہاں زاہدان شہر میں واقع ہے۔ باضابطہ تمام مدارس کا اس وفاق کے زیر انتظام ایک ساتھ امتحان لیا جاتا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات کیلئے علیحدہ علیحدہ ہاسٹلز' تربیت گاہوں

اور درسگاہوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ایک سہ ماہی مجلّہ ''ندائے اسلام'' کے نام سے فارسی اور انگریزی زبان میں یہاں سے شائع کیا جاتا ہے ۔جسکی اشاعت کی تعداد دس ہزار تک ہے۔کالجوں' یونیورسٹیوں اور اسکولوں کے طلباء کیلئے چھٹیوں میں دینی تعلیم کے علیحدہ کورسز کروائے جاتے ہیں۔رمضان کے مہینے میں تبلیغی جماعت کی طرح دعوت وتبلیغ کیلئے اس مدرسہ کے طلباء پورے صوبہ بلوچستان میں پھیل جاتے ہیں۔ ایک شعبہ مدرسۃ البنات کا ہے جس میں ۷۰۰ لڑکیاں سات سالہ نصاب پڑھتی ہیں۔تکمیل دراسات کے بعد شہادۃ الفاضلات سے ان کو نوازا جاتا ہے۔ ہر سال سالانہ فارغ التحصیل فضلاء کی دستار بندی کیلئے ایک جلسہ کا انعقاد ہوتا تھا' جس میں تقریباً پچاس ہزار تک کا مجمع ہوتا ہے پچھلے برس مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا عزیز الرحمٰن مدیر مسؤل ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی' اس جلسے میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے۔اس جلسے کی مکمل تفصیل ''البلاغ'' میں چھپی تھی۔عربی زبان کی تعلیم کیلئے قسم العربی اور تعلیم المباشر کے نام سے دو شعبے کام کرتے ہیں۔ نئے اور جدید مسائل پر بحث اور حتمی فیصلہ دینے کیلئے ایک کمیٹی مجمع الفقہی کے نام سے بنائی گئی ہے' جس میں علماء کرام ہر مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور وفکر کرتے ہیں۔ رفاہی اور فلاحی کاموں کیلئے صندوق العزیزیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے جسکے تحت غریب فقراء اور نچلے طبقات کو قرضے دیئے جاتے ہیں۔اس ادارے کے زیر انتظام ایک ہسپتال بھی بنایا گیا ہے۔ایک دوسرا رفاہی ادارہ خیریہ زلزلہ زدگان کی مدد کیلئے بھی کام کرتا ہے۔دارالافتاء کے علاوہ دارالقضاء کا علیحدہ انتظام بھی ہے' جہاں لوگ اپنے مسائل ونزاعات حل کروانے کیلئے پہلے مولانا عبدالعزیزؒ اور اب مولانا عبدالحمید کے پاس لاتے ہیں۔تبلیغی جماعت کا کام بھی کافی زور وشور سے زاہدان کی مساجد میں ہوتا ہے۔تبلیغی جماعت کا ایک مرکز مولانا عبدالحمید کی سرپرستی میں چل رہا ہے' جس میں شب جمعہ کو علاقہ بھر کے لوگ جمع ہوکر مختلف علماء سے دین کی تعلیمات پاتے ہیں۔اس مجلس کے اختتام پر سوا ایک بجے' ہمیں مدرسہ کے مختلف شعبہ جات کے معائنہ کیلئے لے جایا گیا۔طلبا کی اقامت کا ایک بڑا چار منزلہ ہاسٹل' درسگاہیں' دارالحدیث' مطبخ' مطعم اور عظیم جامع مسجد ہمیں دکھائے گئے۔مسجد میں ہم نے نماز ظہر بھی ادا کی۔بعد میں کھانے سے فراغت پر مدرسہ کے مہمان خانے میں قیلولہ کا موقع ملا۔بعد از نماز عصر مولانا سمیع الحق اور مولانا حسن جان کا علماء سے خصوصی خطاب ایک بڑے ہال میں رکھا گیا۔شہر اور گردونواح کے کئی درجن علماء اس موقع پر موجود تھے۔مولانا حسن جان شہیدؒ کے عربی خطاب کا خلاصہ کچھ یوں تھا:

<u>حضرت مولانا حسن جان شہیدؒ کا خطاب:</u> حمد وثنا اور خطبہ کے بعد فرمایا کہ آپ علماء کے سامنے وعظ وتبلیغ کرتے ہوئے مجھے حیاء آتی ہے۔آپ میں سے اکثر کا تجربہ اور علم مجھ سے زیادہ ہے۔لیکن مولانا عبدالحمید کا حکم ہے اس لئے کچھ عرض کئے دیتا ہوں۔اے بھائیو! آپ نے علم حاصل کیا ہے اور اب تدریس میں مصروف ہیں' آپ کو معلوم ہے کہ شریعت کسے کہتے ہیں؟ آپ نے اس کی مختلف حدود پڑھی ہیں۔صاحب التلویح نے یوں تعریف کی ہے:

معرفة حقوق الله وحقوق العباد وما يجب لها و عليها

آپ علمائے شریعت ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ شریعت کا موضوع انسان ہے اس حیثیت سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے اور اس کی طرف احکام بھیجے ہیں۔ مطلق انسان اس کا موضوع نہیں ہے۔ احکام عام ہیں' اس میں عقائد اور اعمال دونوں شامل ہیں۔ علم سیکھتے ہیں تو اس کا ایک غرض بھی آپ نے پڑھا ہے' غرض اس کا سب سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح ہے اور دوسرے درجہ میں پورے عالم اسلام کی اصلاح۔

اصلاح نفس: سب سے پہلے انسان کو اپنی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام چونکہ معصومین ہیں اس لئے انہیں اپنی اصلاح کی ضرورت نہیں۔ جب کہ ہم عام انسانوں کو پہلے اپنی اصلاح کرنی پڑتی ہے۔ اب اس اصلاح نفسانی کے کچھ اصول ہیں ان میں پہلا اصول اصلاح نیت ہے۔ نیت پر ہی تمام اعمال کا دارومدار ہوتا ہے۔ اگر نیت صحیح ہوگی تو عمل بھی صحیح ہوگا۔ یہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ علماء نے اپنی کتابوں کی ابتداء اسی اصلاح نیت والی حدیث انما الاعمال بالنیات سے کی۔ اصلاح نفس کے سلسلے میں دوسری بات اپنے مشائخ سے ادب برتنے کا ہے۔ دین سارا کا سارا ادب سے عبارت ہے۔ سورۃ الحجرات کے ابتدائی آیات میں اسی مسئلہ کا بیان ہے' یہ موضوع کافی طویل ہے۔ ادب میں پھر کتاب اللہ کا ادب' مشائخ عظام کا ادب اور مسجد کا ادب سرفہرست ہے۔ تیسری بات اصلاح نفس کے سلسلے میں تقویٰ اپنانا ہے۔ تقویٰ کی تعریف آپ نے بیضاوی شریف میں پڑھی ہے کہ گیارہ صفات اپنانے سے یہ حاصل ہوگی۔ تفصیل وہاں دیکھ لیجئے۔ میں اپنی بات مختصر کروں گا۔

اصلاح عالَم: علم کا دوسرا غرض اصلاح عالَم ہے۔ اس کیلئے تین اشیاء کی ضرورت ہے۔ (۱) علم کلی متحقق کا ہونا۔ اس لئے کہ جب آپ کو کسی مسئلہ کا علم نہ ہوگا تو پھر آپ دوسروں کی اصلاح کس طرح کریں گے۔ اس لئے علمی عبور اصلاح عالَم کیلئے اولین شرط ہے۔ قرآن مجید میں بھی اسکی طرف اشارہ ملتا ہے۔ قل هذه سبيلي ادعو الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني۔ على بصيرة کا معنی علی علم سے کیا گیا ہے۔ اگر آپکو کسی مسئلہ کا علم نہ ہو تو پھر اس سلسلے میں دوسرے بڑے اکابر علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ بدون علم فتویٰ دینا یہ تباہی کا دروازہ ہے۔ (۲) حکمت: اصلاح عالم کے لئے حکمت اختیار کرنا بھی ضروری ہے اس کی طرف اشارہ قرآن میں اس طرح ہوا ہے: ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة۔
ایک عالم کو چاہیے کہ لوگوں کی اصلاح کیلئے انہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مناقب اور فضائل سنائے اور انہیں تحریص پر ابھارے۔ (۳) تیسری چیز ہے بلاغت۔ بلاغت کہتے ہیں کہ مناسب حال اور سامعین کو دیکھ کر کسی چیز کا بیان کرنا۔ اگر تفصیل کا مقام ہو تو تفصیل سے ورنہ تو اجمال اختیار کیا جانا چاہیے۔

صبر و برداشت: دین کی اشاعت کے سلسلے میں ہمیں صبر کا دامن بھی پکڑنا ہوگا۔ سختیاں برداشت کرنی ہوں گی۔

ہمارے بڑوں نے سختیاں اور تکالیف جھیل کر یہ دین ہم تک پہنچایا ہے' امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ہم یہی سنتے آئے ہیں کہ العلماء ورثۃ الانبیاء لیکن یہ وارثت صرف فضائل ومناقب میں نہیں بلکہ مصائب میں بھی ہے۔انبیائے کرام علیہم السلام دین کی خاطر قتل کئے گئے' ان پر آرے چلائے گئے۔تو ان چیزوں کیلئے بھی تیار رہنا ہوگا۔میں اپنی غیر مرتب باتیں اسی پر ختم کروں گا۔اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو دین کی نشرواشاعت کا قلعہ بنائے اور آپ ہم سب کو صحیح اور حقیقی معنوں میں دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا خطاب: علماء کرام کی اس مجلس سے مولانا سمیع الحق مدظلہ نے بھی خطاب فرمایا' جس کا خلاصہ یہ ہے: حمد وثنا کے بعد لقد من اللہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم آیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ' وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ○ واجب الاحترام علماء ومشائخ عظام اور اس مدرسے کے اساتذہ کرام مولانا حسن جان صاحب نے علماء کے فرائض اور ذمہ داریوں پر جامع انداز میں روشنی ڈالی۔

دین کی خدمت الٰہی احسان: حقیقت یہ ہے کہ ہم خود طالب علم ہیں۔آپ سے کچھ سننا' سمجھنا اور جاننا چاہتے ہیں۔ہم سب کا ایک ہی برادری سے تعلق ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو دین کی خدمت کی توفیق دی ہے' یہ احسان عظیم ہے اس پُرفتن دور میں مادہ پرستی اور مغربیت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر طرف سے موڑ کر دین کی طرف متوجہ کیا ہے۔ درس وتدریس کی خدمت اس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔آپ کا مقام وراثت نبوت کا ہے۔

منصب علم کے تقاضے: اس منصب کے کچھ تقاضے ہیں جس میں ہم مصروف ہیں۔اور وہ تین چیزیں ہیں جو قرات شدہ آیت میں بعثت رسول کے تین مقاصد کے تحت قرآن مجید میں دو تین مقامات پر ایک ہی مضمون کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ (۱) تلاوت آیت (۲) تعلیم کتاب وحکمت (۳) تزکیہ اخلاق

علماء کا کام ہے دنیا کو آلائیشوں اور فتنوں سے بچانا اور چاروں اطراف سے جو بہیمت کا طوفان اٹھا ہے اس کے سامنے بند باندھنا ہے۔انسانیت آج سسک رہی ہے۔انسان انسانیت کے مقام سے گر گیا ہے۔اگر انسان انسانی قدروں پر کاربند ہو تو تب ہی وہ انسان کہلاتا ہے۔ورنہ تو کالانعام بل ھم اضل

آج مغرب ومادہ پرست لوگ انسانیت اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ہر طرف لوٹ مار اور ایک دوسرے کے پاؤں مارنا ہر ایک کا شیوہ بن گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کے نتیجے میں بے چینی اور عدم سکون کا ماحول ہر طرف چھا گیا ہے۔اور انسانیت ہلاکت کی طرف بڑھ رہی ہے' اب ہمارا کام ہے کہ انسانیت کو ہلاکت سے روکیں۔جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انسانوں کی مثال پروانوں کی طرح ہے' جو شمع پر ٹوٹتے ہیں اور آگ میں خود کو ڈال کر مرتے اور جلتے ہیں۔میں انہیں پکڑتا ہوں۔انا اخذ بحجزکم ۔حضور اقدس ﷺ ایک ایک شخص کے پیچھے بھاگتے تھے

اور اسے کمر سے پکڑ کر جہنم سے بچاتے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک ماں کا بچہ اس کے سامنے پانی میں ڈوبے تو وہ اس کے پیچھے بھاگ کر اسے بچاتی ہے' یا کسی طوفان میں اس کا بچہ گھر جاتا ہے تو اسے بچاتی ہے۔ اور یہی معنی ہے وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها ۔ اس وقت پوری دنیا جہنم کدہ ہے لوگ اس میں گر رہے ہیں' انسانیت کو ہلاکت سے بچانا حضور اکرم ﷺ کا فرض منصبی تھا۔ ظلم و بربریت وملوکیت کا راستہ آپ ﷺ نے روکا۔ وہ انسان جو آپ ﷺ کا وارث ہوگا' وہ بھی یہی کام انجام دے گا۔ مجموعی حیثیت سے انسانیت آج جاہلیت اولیٰ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ تزکیہ نفس کے سلسلے میں صوفیہ کا ایک سلسلہ ہے چاروں سلاسل نقشبندی یا مجددیہ' قادریہ اور سہروردیہ یہ بھی صحیح ہیں۔ بہرصورت تلاوت کتاب' تعلیم کتاب اور تزکیہ اخلاق یہ تین ڈیوٹیاں ہیں آپ کی۔

<u>حضور اقدس ﷺ کی امت کی ہدایت کیلئے تڑپنا:</u> حضور اقدس ﷺ اس کیلئے تڑپتے رہے' جیسے کہ ایک شمع بھڑک کر جلتی ہے' رات کی تاریکی سے صبح کے نور تک یہ اپنا کام کرتی رہتی ہے' اسی طرح حضور اقدس ﷺ بھی انسانیت کیلئے گھٹتے تھے' جس طرح ایک انسان سے اپنی محبوب چیز ہاتھ سے نکل کر ضائع ہوتی ہے' وہ افسوس کرتا ہے اور خفا ہوتا ہے' یہی حال انسان کو ہلاکت کی طرف جاتے ہوئے اور حقانیت سے اعراض کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی ہوتی۔ لعلک باخع نفسک الا یکونو مومنین ۔ بخع گھٹنے کو کہتے ہیں۔ عالم روشنی ہے' جب تک ظلمت و تاریکی ہوگی اسوقت تک یہ روشنی اپنا کام دکھاتی رہے گی۔ ایک عالم نے لکھا ہے کہ ہر پارٹی کا منشور ہوتا ہے تو امت محمدی بھی ایک پارٹی ہے' خدا کی پارٹی حزب اللہ انتساب اللہ کی طرف ہے۔ اس کے مقابل حزب الشیطان ہے۔ یہ امت ایسی امت ہے جس کے بارے میں کہا گیا کہ وکذلک جعلنکم امة وسطا لتکونوا اشهدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا ۔ وسط کی تفسیر عدل سے کی گئی ہے جو بہترین کے معنی میں آیا ہے۔

<u>امت کا منشور:</u> اس امت کا منشور گواہی دینا ہے۔ میدان محشر میں جب تمام امتیں اپنے انبیاء علیہم السلام کی ہدایت و تبلیغ سے مکر جائیں گی تو اس وقت امت محمدیہ انبیاء کی طرف سے گواہی میں پیش ہوں گی کہ انبیاء نے ہر زمانہ میں ہدایت پہنچائی اور ان کو صحیح راستہ پر لانے کی کوششیں کیں پھر اس امت کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر لوگوں کو نیکی کی طرف ترغیب اور برائی سے روکتا ہے' امت روز محشر بھی حق گواہی دے کر نیکی کریگی۔

امت کی گواہی کے بعد رسول اللہ ﷺ بطور گواہ بن کر آئیں گے۔ وجئنا بک علی هؤلاء شهیدا۔

<u>شہادت کی اہمیت:</u> شہادت کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے کان میں اذان کی صورت میں شہادت علی الحق کا اعلان ہوتا ہے۔ اشهد کے گرد سارا نظام چل رہا ہے۔ گواہی دینا کوئی آسان کام نہیں' اس میں اذیتوں اور سختیوں کو جھیلنا پڑتا ہے۔ کبھی اس کے نتیجے میں انسان قتل بھی ہو جاتا ہے۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام اسی کی وجہ سے آگ میں ڈالے گئے۔ ان کو ملک بدر کیا گیا۔ اپنی بیوی اور بچے کو اکیلے وادی غیر ذی زرع میں اسی شہادت کی خاطر چھوڑا۔ شہادت کا مفہوم انتہائی وسیع ہے۔ ہر چیز میں شہادت حقہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ تہذیب میں بھی، تمدن میں بھی، دعوت میں بھی۔ اسی شہادت کو اپنانے کی ترغیب علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ امت کو اس پر لا کھڑا کیا جائے۔ میں انہی باتوں پر اکتفا کرتے ہوئے آپ کا اور مولانا عبدالحمید کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق سے نوازیں۔

مولانا عبدالحمید کے اختتامی کلمات : مجلس کے اختتام پر مولانا عبدالحمید، مہتمم مدرسہ زاہدان نے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آج ہمارے لئے بڑی سعادت اور خوشی کا مقام ہے کہ پاکستان کے عظیم المرتبت علماء ہمارے ہاں تشریف آوری فرمائی ہیں۔ یادگارِ اسلاف امت حضرت مولانا عبدالحقؒ جو دارالعلوم دیوبند کے معروف استاذ تھے، انکی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ انکی علمی و دینی خدمات کا سارا زمانہ معترف ہے۔ انکا مدرسہ اسوقت چاردانگ عالم میں نور نبوت ﷺ پھیلانے میں مصروف عمل ہے۔ یہ اسی ادارہ کے عظیم فرزند اور مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب تھے جو سیاسی میدان میں بھی ایک عظیم مقام رکھتے ہیں۔ انکے ہاں اس وقت ساڑھے تین ہزار طلباء مصروف تعلیم ہیں۔ اللہ مزید ترقی سے نوازے۔ اسی طرح حضرت مولانا حسن جان، جو جامعہ امداد العلوم کے شیخ الحدیث و سرپرست تھے، ہزاروں طلباء و علماء نے ان سے فیض پایا ہے۔ تیسرے مہمان مولانا عرفان الحق نوجوان عالم دین، مولانا سمیع الحق صاحب کے برادرزادہ اور دارالعلوم حقانیہ کے مدرس ہیں، تہران کانفرنس میں انہوں نے فارسی زبان میں بہترین تقریر کی۔ میرے پاس انکا شکریہ ادا کرنے کے الفاظ نہیں۔ والحمدللہ علی ذالک۔ اسکے بعد تمام علماء سے علیحدہ علیحدہ تعارف کروایا گیا۔

مولانا حسن جان شہیدؒ کا تہران کانفرنس میں خطاب: مولانا حسن جان شہیدؒ نے تہران کانفرنس (جس کی تفصیلی روئیداد گزشتہ اقساط میں گزر چکی ہے) میں جو عربی مقالہ پیش کیا تھا اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ افسوس کہ انکی زندگی کے دوران متعلقہ اقساط میں مقالہ کی عدم دستیابی کی وجہ سے یہ شامل اشاعت نہ ہوسکا۔

خطبہ مسنونہ اور سورۃ الاخلاص کی تلاوت کے بعد مجھے اس عظیم کانفرنس اور اجتماع میں شرکت کی سعادت ملی۔ جس میں اسلامی دنیا کے مختلف اطراف و اکناف سے آئے ہوئے منتخب اور چیدہ چیدہ علماء کرام تشریف لائے ہیں، تاکہ وہ موجودہ دور کے مسلمانوں کے پیش آمدہ مسائل کے بارے میں ذکر کریں۔ اور ان کا حل بھی ڈھونڈیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ناچیز بھی مدعو ہے تاکہ آپ حضرات کی خدمت اقدس میں اس موضوع پر کچھ مختصراً عرض کروں اور آپ کی ملاقات سے شرف اندوز ہوں، تاکہ آپ کے مقالات عزیزہ اور نفع بخش مضامین سے سماعت کا شرف حاصل کروں۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک اجتماع میں برکت ڈالے اور ساتھ ساتھ آپ کی حیات میں بھی برکت ڈال دے، تاکہ مسلمانوں کی اصلاح

ہو سکے۔اوران کے اہل وعیال کو بھی اصلاح کا موقع ملے۔

امت کی برتری کے باوجود سختیوں کا گرداب: میرے معزز بزرگان اور عمائدین کرام! آج جس طرح ہر مسلمان امت مسلمہ کا قلق سے دوچار اور بے چین ہے میں بھی بے چینی محسوس کر رہا ہوں' مجھے وہ خطرات بے چین کر رہے ہیں' جو آج مسلمانوں کو ہر طرف اور جہت سے داخلی اور خارجی طور پر گھیرے ہوئے ہیں۔تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جیسا کہ آج مسلمان جس دور سے گزر رہا ہے۔باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی عددی برتری مسلم ہے۔ان کی تعداد جو ایک ارب ۱۸ کروڑ کے قریب قریب ہے' اور پاکستان میں ۱۴ار کروڑ مسلمانوں کی جو حالت زار ہے' وہ سب کے سامنے ہے' حالانکہ مسلمانوں کے دشمن قلیل تر ہیں' عجب ہے کہ آج مسلمانوں کے پاس قدرتی خزانے موجود ہیں۔ خصوصاً مائع سونا (زرسیاہ' Black Gold) جو پیٹرول ہے۔ان کے پاس بکثرت موجود ہے' جبکہ ان اسلامی ممالک کا حدود اربعہ بھی ایسا ہے کہ پوری دنیا کے قلب میں ان کی آبادی رچی بسی ہے' کیونکہ آزاد جمہوری ممالک جو کہ شمالی علاقوں میں آباد ہیں۔اور دوسری طرف یورپ جو مغرب میں موجود ہے اور ہندوستان اور چین مشرقی بلاد میں آباد ہیں۔جبکہ امریکہ پوری دنیا کی دوسری طرف آباد ہے' اور مسلمان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ اہمیت والی جگہوں میں آباد ہیں' اس لئے وہ خطرے میں ہیں۔

بحری لحاظ سے مسلمانوں کے علاقہ کی اہمیت: دوسری طرف بحری لحاظ سے بھی اسے بڑا مقام حاصل ہے: چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بحری اور آبی راہوں میں اکثر حصہ ان کے پاس ہے' جیسا کہ نہر سویس جو کہ ممالک عالم اور سمندری اقطار کی چابی ہے' اور نہر دانیال جو کہ ترکی کے وسط میں ہے' اور اسی طرح جبل الطارق اور عدن کی گزرگاہ اور خلیج بھی پوشیدہ ہیں اور علی ھذا القیاس بحر ابیض کے جنوبی سواحل کا حصہ ہر طرف اہم گوشے ہیں۔

عقیدہ جہاد: مسلمان اور ان کی تمام افواج جہاد کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کا جذبہ رکھتے ہیں۔ان کے پاس جو کچھ بھی ہے' حتیٰ کہ نفس عزیز کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے' پہاڑ ہوں' صحرائیں ہوں اور سمندر ہوں اور یخ بستہ ممالک اور گرم ترین منطقہ ہوں' وہ جہاد کرتے ہیں' اس طرح مسلمانوں کے مقابلے میں ان کے دشمن سامنا نہیں کر سکتے۔ان متذکرہ بالا نعمتوں کی وجہ سے وہ پوری دنیا کی دشمنی میں گرفتار ہیں اور امت غمگین ہے۔ اور رو رہی ہے' جبکہ غربی استعمار کے خلاف ڈٹے ہوئے ہیں اور خصوصاً نیلی آنکھوں والے دشمن جن کا تعلق امریکہ سے ہے۔اور ان کے حلیف و مددگار جو افغانستان عراق' فلسطین' قبرص اور اریٹریا و کشمیر بوسنیا وغیرہ اسلامی ممالک میں شر پھیلا رہے ہیں۔تمام مسلمانوں پر افسوس اور عرب پر صد افسوس۔آخر ان مسائل کا حل کیا ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تجویز کردہ حل: مسلمانوں کے اہم تاریخی فیصلوں سے متعلق کتب تاریخ میں ایک کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خواب میں دیکھا' جنہوں نے سب سے پہلے مرتدین کے خلاف

جہاد کیا اور مسلمانوں کو واپس اپنی منزل کی طرف لانے میں اہم کردار ادا فرمایا۔ اور اسلام سے کفر کو ہٹایا اور اس آیت کے صحیح مصداق ٹھہرے۔ یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ و لا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم۔

بہر حال وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے انہیں خواب میں دیکھ کر ان کے سامنے مسلمانوں کے حالت زار کا تذکرہ کیا جو مشرق ومغرب میں ان کو پیش آرہا ہے تو آپؒ نے مجھے فرمایا' حقیقت یہ ہے کہ اس کی وجہ ان کا کتاب اللہ سے عملاً انحراف ہے' اگر وہ قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورۃ اخلاص پر بھی عمل کرتے۔ تو ان کو اعزاز واکرام حاصل ہوتا' اور کفار کا خاتمہ ہوتا اور ذلیل ہوتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں خواب سے بیدار ہوا اور میں اس بارے میں فکر مند ہوا' سورۃ مبارکہ میں غور کے بعد معلوم ہوا کہ اس سورت کریمہ میں اللہ تعالیٰ عزوجل کے ۳ خاص صفات کا تذکرہ ہوا ہے۔ اگر مسلمان ان صفات سے اپنا حصہ حاصل کر لیتے تو وہ کامیاب ہوں اور ' ان کا دشمن ذلیل وخوار ہو۔

<u>وحدانیت امت:</u> سب سے پہلے توحید اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہے' مسلمان وحدت اسلامی میں آئے' تو ان کو ایک خلیفہ کے سائے میں کامیابی حاصل ہوئی اور ان کو کلمہ واحدہ پر اتفاق کی وجہ سے دشمنوں کے مقابلے کی توفیق ہوئی اور ان پر سطوت وغلبہ حاصل کیا۔ اس سلسلے میں ان کو سب سے پہلے اپنے باہمی اختلافات سے کنارہ کشی اختیار کرنی ہوگی اور اپنے پچھلے اسلاف ومتقدمین کی حرمت وعزیمت کا خاص خیال رکھنا ہوگا۔ جو آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تھے' ان کی اقتداء وپیروی کریں' اور اللہ کے راستے میں قربانی پیش کریں اور اسلام کے بے داغ چہرے سے کفر کو ہٹائیں' اسلام کا چہرہ جو روشن اور خندہ زن ہے۔ اور فروعی مسائل سے گریز کریں۔

<u>کفر سے بے نیازی:</u> صمدیت کی طرف اسی سورۃ کی دوسری آیت کا اشارہ ہے۔ اس میں بے نیازی کی صفت کا تذکرہ ہے' اگر موجودہ دور کے مسلمان بے نیاز اللہ تعالیٰ کے بندے ہوتے ہوئے خود بھی مشرق ومغرب کے آلات' مصنوعات' اور جنگی آلات کی دست نگر ہونے سے بے نیاز ہوجائیں۔ ان کے اخلاق عادات صفات اور اور ان کے جملہ تہذیبی اقدار سے بے نیاز ہوجائیں' تو کام بن جائے' جبکہ آج کا مسلمان غیروں کے طریقوں پر فخر کر رہا ہے اور اغیار کے قوانین اور ان کے موضوع لباس واخلاق سے استفادہ کرتا ہے ہیں' جس کی وجہ سے آج ہم اتنے نیچے آچکے ہیں کہ یہی مغربی لوگ ہمیں انسان نہیں بلکہ بندروں کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اگر ہم تاریخ عظیم پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ قدیم زمانے میں ہم نے اپنے آلات کو استعمال کیا' مصنوعات اپنی تھیں' ہم خود کفیل تھے' اور ہم کو فخر تھا۔ اس زمانے میں دولت ایمان پر اسلامی اقدار پر اور قوانین اسلام پر اور اپنی زبان پر ہم کو فخر ہوتا تھا۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۸ پر)

نکتہ نظر: **(افکار وتاثرات......قارئین بنام مدیر)**

مولانا عبدالقیوم حقانی، مہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

حافظ عاطف وحید، انچارج شعبہ تحقیق اسلامی

ملک بشیر احمد بگوی

مکرمی ومحترم والمقام حضرت مولانا راشد الحق سمیع حقانی صاحب مدظلہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب المدنی نوراللہ مرقدہٗ کی شہادت اور سانحہ ارتحال ملت اسلامیہ کا عظیم سانحہ اور حادثہ ہے، آپ جمعیت علماء اسلام کے عظیم رہنما، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نائب صدر، مسلمانوں کے بیباک رہنما، اکابر دارالعلوم دیوبند کے علوم ومعارف کے محافظ وپاسباں، پاکستان کے ابن خلکان ہزاروں مدارس کے سرپرست ونگہباں ہی نہیں، بلکہ ملت اسلامیہ کے ولولوں اور امیدوں کا عظیم سہارا تھے، ہزاروں علماء، اساتذہ، شیوخ، محققین، مدرسین اور مجاہدین کے استاذ اور مربی تھے۔ آپ کی شہادت سے جمعیۃ علماء اسلام پاکستان، وفاق المدارس اور مدارس اسلامیہ بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ یتیم ہوگئی ہے۔

درس وتدریس، فروغ علم، خدمت علم حدیث، اصابت رائے، عزم وہمت، جرأت وبیباکی، قوت عمل، ہمت مردانہ، اٹل ارادہ، ایمانی فراست، سیاسی بصیرت، ملی وسماجی شعور، فکری اعتدال، احقاق حق وابطال باطل آپکا طرۂ امتیاز تھا، حق تعالیٰ نے آپ کو علم وعمل، اخلاص وتقویٰ، کردار واخلاق، عزم واستقلال، ملت کی دردمندی اور ہمدردی خلائق کے تابناک جوہر عطا کئے تھے۔

ان گوناگوں اوصاف وکمالات کے ساتھ آپ کی پوری زندگی جہدِ مسلسل اور سعی پیہم کا عملی نمونہ تھی، ملت اسلامیہ کے اس عظیم مجاہد اور معمار قوم نے جمعیۃ علماء اسلام اور وفاق المدارس، دینی مدارس، دعوت وتبلیغ اور تدریسی پلیٹ فارم سے مسلمانوں کی دینی ودنیوی فلاح وترقی، جان ومال کی حفاظت، دستوری حقوق کی بازیابی، فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام، مظلوموں کی اعانت وداد رسی، مدارس اسلامیہ اور تعلیمی اداروں کی سرپرستی ونگہبانی، سماجی ومعاشرتی اصلاح اور مختلف میدانوں میں مسلمانوں کی نمائندگی جیسے صدہا قومی، ملی مسائل کیلئے کارہائے نمایاں انجام دیئے، اس کیساتھ یہ مردمجاہد فرقہ پرستی کی مخالفت، قومی یکجہتی کے فروغ، امن وقانون کی بالادستی، ملک وملت کی تعمیر وترقی کیلئے سرگرم عمل رہا

اور جمعیۃ علماء اسلام کے اسٹیج سے پارلیمنٹ کے ایوان بالا تک مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی اور حفاظت کیلئے ہمہ تن مصروف جہاد رہا۔ علاوہ ازیں آپ نے ارشاد وسلوک کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کی ظاہری و باطنی اصلاح کا فریضہ انجام دیا۔ الحاصل درسی، علمی اور قومی وملی خدمت کا کوئی میدان ایسا نہیں جہاں آپ کی جدوجہد کے روشن نقوش موجود نہیں ہوں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے وصال اور شہادت کے بعد آپکے پاکیزہ افکار و خیالات کو عام کرنا، مجاہدانہ خدمات سے نسل نو کو آگاہ کرنا اور آپ کے مشن اور ملی تحریکات سے روشناس کرانا، تمام وابستہ افراد اور اداروں بالخصوص وفاق المدارس، تلامذہ و مسترشدین اور جمعیۃ علماء اسلام پاکستان اور دیگر متوسلین کی ذمہ داری ہے، اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ براری کیلئے ماہنامہ القاسم نے بھی خریداران یوسف میں اپنا نام لکھوانے کے لئے شیخ الحدیث مولانا حسن جانؒ شہید نمبر کی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے تا کہ آپ کی حیات و خدمات کے مختلف پہلو محفوظ ہو جائیں اور آئندہ نسلوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں۔ جس میں زعماء اور قومی رہنما، اکابر و مشائخ، اساتذہ واہل علم، محققین و مصنفین، دانشور، ادیب وسکالر، صحافی اور قلم کار بھرپور حصہ لے رہے ہیں۔

از راہ کرم وعنایت آپ بھی اپنے مشاہدات، تاثرات تعلقات، مکاتبت۔ الغرض موصوف کے کسی بھی علمی ' دینی، قومی، سیاسی اور ملی خدمات کے حوالے سے مفصل تحریر بھیج کر اس کاروانِ علم وقلم میں شرکت فرما کر ہم فقیر، غم زدہ طالب علموں کی حوصلہ افزائی فرمادیں گے۔

والسلام: عبدالقیوم حقانی

محترم مدیر صاحب۔ سلام مسنون!

غامدی کے افکار: سب سے پہلے تو ہماری طرف سے شکریہ قبول فرمایئے کہ آپ اپنا جریدہ ''الحق'' ہمیں ارسال فرمارہے ہیں۔ بحمدللہ یہ پرچہ ہماری لائبریری کی زینت بنتا ہے اور کثیر تعداد میں علم دوست احباب اس کے مندرجات سے مستفید ہوتے ہیں۔

آپ کی خدمت میں ایک کتاب '' فکر غامدی' ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ'' ارسال کر رہا ہوں۔ یہ کتاب ہمارے شعبہ تحقیق اسلامی سے منسلک محققین کی علمی کاوش ہے۔ اس کا مضمون جیسا کہ نام سے ظاہر ہے آج کے دور کے ان تجدد پسندانہ افکار کا علمی محاکمہ ہے جو عوام الناس کو اسلاف سے بدظن کرنے اور امت کے چودہ سوسالہ علمی ورثہ سے برگشتہ کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔ بدقسمتی سے مسلمات دینیہ کے حوالے سے ایسی بحثیں شروع کردی گئی ہیں کہ صحیح اور

غلط کی پہچان مشکل ہوتی جارہی ہے۔آپ سے التماس ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کر کے اپنی قیمتی رائے سے نوازیں اور اگر یہ کتاب کسی لائق نظر آئے تو اسکا ایک تعارف اپنے مجلے میں شائع فرمادیں تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کتاب سے استفادہ کرسکیں۔ شکریہ والسلام حافظ عاطف وحید

بخدمت جناب مدیر الحق صاحب۔السلام علیکم۔مزاج گرامی ۔

طلباء مدارس اور فلکیات وفاق المدارس کی توجہ کیلئے:

دو روز پہلے راقم کو ایک بڑے مدرسہ میں جانے کا اتفاق ہوا۔درجہ سادسہ کے طلباء سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ابھی انہوں نے فہم الفلکیات پڑھنا شروع بھی نہیں کی جبکہ اب رجب المرجب کا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ یہاں اکثر مدارس میں عموماً یہی صورتحال ہے۔

کراچی کے ایک بڑے جامعہ کے فلکیات کے استاد نے بتایا کہ ہم نے تخریج اوقات نماز اور سمت قبلہ (A) طلباء کو پڑھادیا ہے اور طلباء کو کہہ دیا ہے کہ فہم الفلکیات خود ہی پڑھ لینا

اسی طرح کے ایک اور جامعہ کے استاذ نے بتایا کہ ہم (A) تو اصل مقصد سمجھ کر اہتمام سے پڑھاتے ہیں جبکہ مریخ وعطارد کی کہانیاں باَمر مجبوری......

راقم کی تجویز یہ ہے کہ وفاق کی سطح پر دیگر مضامین کی طرح نہیں بلکہ مقامی طور پر طلباء کا (A) سے متعلق تحریری امتحان یوں لیا جائے کہ درسگاہ یا امتحان گاہ میں سامنے بورڈ پر لکھ دیا جائے کہ فلاں فلاں رولنمبر وں کے طلباء مثلاً ۱۵ ر جولائی کو لاہور کے لئے طلوع آفتاب (یا ابتداء عشاء) کا معیاری وقت (سائنٹیفک) کیلکولیٹر کی مدد سے معلوم کریں۔(معلوم مقداریں: لاہور کا عرض وطول بلد'۱۵' جولائی کا نصف النہار کا مقامی وقت اور میل شمس) جبکہ دیگر طلباء کراچی' کوئٹہ سے سمت قبلہ از خط شمال معلوم کریں۔(معلوم مقداریں: شہر اور مکہ مکرمہ کا عرض وطول بلد) (سلپ پر ایک لائن کا فارمولا طلباء کو دے دیا جائے۔مقامی ممتحن ان کے نمبر لگا کر وفاق کو بھیج دے' امسال چونکہ امتحان قریب ہیں لہذا اعلان عام کے ذریعہ مدارس کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ چاہیں تو حسب سابق طلباء کا وفاق کی سطح پر امتحان لیں یا مقامی طور پر مذکورہ طریق پر۔آئندہ سال کے لئے ۵ سال تک اسی تجویز کے مطابق امتحان لیں۔

والسلام احقر

ملک بشیر احمد بگوی (اسلام آباد)

ادارہ

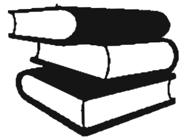

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: المصنفات فی الحدیث تالیف: حضرت مولانا محمد زمان کلاچوی مدظلہ

ضخامت: ۴۹۵صفحات قیمت :درج نہیں ناشر: القاسم اکیڈیمی جامعہ ابوہریرۃ خالق آباد نوشہرہ سرحد

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے متقدمین فضلاء میں سے ہیں' اپنے وقت کے نابغہ روزگار شخصیات مثلاً شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ' محدث عصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ' امام المتکلمین صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب قدس سرہ اور حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ جیسی اساطین علم اور اکابرین امت ظاہر ہے کہ ان منابع علم سے اپنی علمی تشنگی بجھانے والے کس مقام پر فائز ہوں گے۔........... زیر تبصرہ کتاب درحقیقت وہ تحقیقی مقالہ ہے جو کہ آپ نے حضرت محدث عصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی زیر نگرانی تخصص فی الحدیث کے دوران لکھا تھا' جس کے متعلق حضرت بنوریؒ نے فرمایا تھا کہ حدیث کی کتابوں کا تفصیلی تعارف تو اپنی جگہ شائقین اتنی ڈھیر ساری حدیث کی کتابوں کے نام بھی پڑھ لیں تو یہ بھی ایک سعادت ہے۔ مولانا عبدالقیوم کتاب کے وقیع پیش لفظ میں رقمطراز ہیں' "مصنفات فی الحدیث کے موضوع پر یہ عظیم تاریخی و تحقیقی شاہکار ڈیڑھ صد مختلف کتب عربی فارسی اردو سے مرتب کیا گیا ہے' میری ناقص معلومات کی حد تک ایک ہزار ہجری تک کی اکثر مصنفات حدیثہ کا یکجا تذکرہ اس تفصیل و ترتیب سے اردو میں اس وقت میری نظروں سے نہیں گزرا۔ حضرت الاستاذ محمد زمان نے عالم دنیا کے آخر اور قیامت کے قریب عالم شہادت کے اخیر اور عالم آخرت کے قریب ان میں سے اکثر قدسی صفات محدثین مصنفین کو المصنفات میں جمع فرما دیا ان کی مساعی کو جزہن کر دیا۔ ان کے حالات زندگی کو معتبر کر دیا۔ الحمدللہ اس کو شائع کرنے کی سعادت بھی جامعہ ابوہریرۃؓ کے حصہ میں آئی۔

حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں: محدث جلیل استاذ العلماء حضرت مولانا محمد زمان صاحب زید مجدھم کا تعلق عصر حاضر کے ان جید علماء کرام میں سے ہیں جن کا حدیث سے دیرینہ شغف رہا ہے۔ مولانا قاضی عبدالکریم مدظلہم کی مصاحبت نے ان کے علم تقویٰ اور مجاہدانہ صلاحیتوں کو مزید جلا بخشی ہے۔ اسلامی علوم کی تدریس و اشاعت کا مشغلہ اپنائے ہوئے ہیں۔ زیر نظر کتاب کی تالیف کا سبب بھی منکرین کے خلاف جذبہ جہاد ہی ہے۔ منکرین حدیث کے ملحد طبقہ نے سر اٹھایا تو حضرت علامہ بنوری کی بیدار نظر نے ان کی دجل و تلبیس کو تاڑ لیا ان کا

پردہ چاک کرنے کے لئے اپنے جامعہ میں جید علماء کو تربیت دینے کا فیصلہ کیا باصلاحیت علماء کا انتخاب کرتے ہوئے ان کی نظر مولانا موصوف پر بھی پڑی۔

اوران کی خدمات کو مجاہدانہ نہج پر لگانے کی خاطر ان کو تخصص فی علوم الحدیث کے لئے منتخب فرمایا۔ زیرنظر کتاب کا عربی مواد بھی انہی دنوں میں تخصص کے موقع پر تیار کیا گیا تھا' مؤلف موصوف نے محدثین عظام کی مساعی کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے'اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بہت حد تک ان کا حق ادا کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

کتاب کی جامعیت کو دیکھتے ہوئے بآسانی کہا جاسکتا ہے کہ کتاب بیک وقت طلبہ حدیث محدثین بلکہ ان تمام حضرات کے لئے ایک خزانہ ثابت ہوگا جن کے خیال میں احادیث کی تھوڑی بہت اہمیت ہے۔

کتاب: زادالفقیر (اردو شرح نحو میر) افادت: مولانا امین الحق گستوئی

ترتیب: مولانا محمد ظاہر شاہ حقانی ضخامت: ۳۰۴ قیمت: درج نہیں

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ۔

علم نحو وہ عظیم الشان علم ہے جس پر قدیماً وحدیثاً کم اور کیف کے اعتبار سے لاتعداد کتابیں لکھی گئی ہیں اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری وساری ہے۔ پہلے متون کی کتابیں آئیں اس کے بعد ان متون کی شروح لکھی گئیں پھر اس پر حاشیہ آرائی کا کام شروع ہوا۔ رفتہ رفتہ اس فن نے اتنی وسعت اختیار کی کہ آج اس فن میں تحریر کی گئی رسائل وکتب کا احصاء مستبعد ہے۔ انہی مختصر رسائل میں ایک رسالہ نحو میر بھی ہے جو کہ دینی مدارس میں سالہا سال سے متداول ومتدارس چلا آرہا ہے' یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود علم نحو کے تمام اساسی قواعد ومبادیات اصول وضوابط کے ساتھ ساتھ اہم نحوی قوانین پر مشتمل ہے اور اگر ہم اس کو تمام علم نحو کا عطر اور نچوڑ کہہ دیں تو بیجا نہ ہوگا ہر دور میں علماء ومدرسین اور اہل فن نے اس مختصر رسالہ کو اپنی جولانی تحقیق کا محور ومرکز گردانا ہے۔ زمانہ حال میں اس کتاب کی کئی شروح مختلف زبانوں میں مختصراً ومفصلاً منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہیں۔ اور ماشاءاللہ تمام حضرات نے انتہائی محنت اور عرقریزی سے کتاب کی تنقیح وتوضیح اور تشریح کی ہے جس کی وجہ سے یہ شارحین علمی طبقہ کی طرف سے داد وتحسین کے بجا طور پر مستحق ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب زادالفقیر برادر محترم صاحبزادہ مولانا امین الحق صاحب گستوئی زید مجدہ کے نحو میر پر ان کے افادات اور تحقیقات کا مجموعہ ہے جو کہ انکے صاحبزادے مولانا ظاہر شاہ حقانی نے ترتیب دیا ہے' حضرت مولانا امین الحق صاحب انتہائی قابل اور ذی استعداد ذہین وفہیم فاضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوی حافظہ اور ذہن ذکی سے نوازا ہے۔ اس سے پہلے بھی آپکی کئی تصانیف وتالیف صحیفہ وجود پر نمودار ہوئی ہیں جس سے طلبہ اور اہل علم استفادہ کر رہے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب بھی آپکی سابقہ تصنیفات کی طرح ایک اہم اور معینہ ترین تصنیف ہے اور علمی دنیا میں بہترین اضافہ ہے

روح افزا
مشروبِ مشرق
جب چھوٹی چھوٹی باتیں کردیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ ایسے میں روح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس
پیو ٹھنڈا ٹھنڈا
بولو میٹھا میٹھا!
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
ہمدرد
ISO 9001:2000 SGS
ہمدرد لیبارٹیریز (وقف) پاکستان
ISO 9001: 2000 CERTIFIED
www.hamdard.com.pk
Blitz DDB

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعوات حق ۔ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین O جامعہ دار العلوم حقانیہ O اکوڑہ خٹک